ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 20 شمارہ 09 اپریل 2023ء - رمضان المبارک 1444ھ

جلد 20 شمارہ 09

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

اپریل 2023ء - رمضان المبارک 1444ھ

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس · مفتی محمد ناصر · مولانا طارق محمود

فی شمارہ.................. 50 روپے
سالانہ.................. 500 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچھرا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال................پسندو ناپسند کی سیاست کا معیار...........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط37)...غزوۂ بدر میں اللہ کی نصرت اور فرشتوں کا نزول.. // // 5

درسِ حدیث .... برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط18)... // // 15

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات...مفتی محمد رضوان 22

لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہنے کی تعلیم..................................مولانا شعیب احمد 27

علم کے مینار:..... فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف.....مفتی غلام بلال 29

تذکرۂ اولیاء:.........................عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ریاستی

گورنروں کی تقرری (قسط4)...مولانا محمد ریحان 33

پیارے بچو!...............کیا خدا موجود ہے؟......................... // // 36

بزمِ خواتین ...ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات (دوسرا حصہ)....مفتی طلحہ مدثر 38

آپ کے دینی مسائل کا حل ....تکفیر بازی ومغالطاتِ

سلفی کا جائزہ (قسط6)...ادارہ 45

کیا آپ جانتے ہیں؟. ....تکرارِ جنازہ وانتقالِ میت کی

تحقیق (قسط9)...مفتی محمد رضوان 59

عبرت کدہ ....سامری کی سزا، اور اس کے بچھڑے کا حشر.....مولانا طارق محمود 62

طب وصحت......حفظانِ صحت اور بیماری وعلاج کے اُصول......حکیم مفتی محمد ناصر 65

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز.......................... // // 67

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

پسند و ناپسند کی سیاست کا معیار

ہمارے یہاں سیاسی عدمِ استحکام کی اہم وجہ، اخلاقی بگاڑ ہے، جس میں اپنی اور اپنی پسندیدہ سیاسی جماعت کی خامیوں کو خوبیاں اور اپنے مخالفین کی خوبیوں کو خامیاں منوانے کے لیے ہمہ وقت کا مشغلہ بن چکا ہے، ہمارے یہاں منظّم طریقے پر سیاسی، کارکنوں کی تربیت ہی ایسے طریقہ پر کی جاتی ہے کہ وہ صحیح وغلط کا معیار فقط اس کو جانتے ہیں کہ یہ کام، یا یہ موقف ہماری جماعت و پارٹی کا ہے، اس لیے درست ہے اور یہ کام، یا یہ موقف مخالف جماعت و پارٹی کا ہے، اس لیے غلط ہے، اسی پسند و ناپسند کی بناء پر ہر کسی کے فعل کو جانچا جاتا ہے اور اتنا حوصلہ نہیں ہوتا کہ اپنی صفوں میں خامیوں پر بھی اسی طرح نظر کر سکیں، جس طرح مخالفین کی خامیوں پر کرتے ہیں، گویا کہ ہمارے یہاں سیاسی کارکن عاشقوں والا کردار ادا کرتے ہیں کہ جنہیں اپنے معشوق کی ہر خامی، دراصل خوبی نظر آتی ہے، جبکہ بہترین معاشرہ وہ ہوتا ہے، جہاں ایک دوسرے کی تعمیری تنقید کے ذریعے اصلاح کی جائے جس کے نتیجہ میں غلط کام کرنے سے پہلے مواخذہ، اور اپنوں کی ناراضگی کا خوف ہو، اس کے برعکس جہاں کسی کو اس کے غلط کام پر بھی لاکھوں چاہنے والوں کی مفت وکالت حاصل ہو جائے، جو اس کے غلط کام پر بھی دلائل کا خول چڑھانے کی خدمت سرانجام دیں، تو کسی کو کیا ضرورت ہے کہ وہ خود کو سدھارے، اور اپنی اصلاح کرے۔ اسی بنیاد پر ہمارے یہاں حکومت و اپوزیشن کے دو مختلف و متضاد کردار سامنے آتے ہیں، جن کو سرانجام دینے والے بدلتے رہتے ہیں، مگر حقیقت وہی رہتی ہے، جو کوئی حکومت میں آ جائے، وہ سب کچھ وہی دہراتا ہے کہ جس پر وہ اپوزیشن میں رہتے ہوئے روزانہ تنقید کے نشتر برسانے کو معمول بنائے ہوئے تھا، اور وہ جن حرکات کو سارے ملک کے مسائل کی جڑ سمجھتا تھا اور یوں لگتا تھا کہ اس حکیمِ وطن نے نبض پکڑ کر اس وطنِ عزیز کے تمام مسائل کی تشخیص کر لی ہے، بس وقت ملنے کی دیر ہے، یہ حکیم، کمزور، لاغر اور مسائل کے شکار ملک کو دنوں میں

ٹھیک کردے گا۔ یہ سب کچھ دراصل تعصب کا شاخسانہ ہے، جو ہمارے ہر شعبہ میں داخل ہوگیا ہے۔
چنانچہ ہمارے یہاں مختلف ریاستی اداروں میں بیٹھے بہت سے لوگوں کا بھی یہی حال ہے، جو اپنے اپنے اداروں کے افراد کو پاک وصاف سمجھ کر دوسرے اداروں اور ان سے وابستہ افراد کو قابلِ اصلاح اور مستحقِ ملامت سمجھتے ہیں، اور اس بنیاد پر ایک دوسرے کے کاموں میں مداخلت کرتے ہیں، آئین کے تحت مقنّنہ کا کام قانون سازی، عدلیہ کا قوانین کی تشریح کرنا اور انتظامیہ کا کام قوانین کا نفاذ اور ان پر عمل درآمد کرانا ہوتا ہے، اور فوج کا کام ملکی سلامتی اور اس کا تحفظ کرنا ہوتا ہے۔
جملہ ادارے اپنی آئینی حدود میں رہ کر کام کریں، تو ہی ملک ترقی کرتا ہے، ایک دوسرے کے دائرہ کار میں مداخلت نہ صرف ملک کی حقیقی ترقی کو متاثر کرتی ہے، بلکہ بگاڑ کو جنم دیتی ہے۔
مذہبی ومسلکی جماعتوں کے ایک دوسرے کے خلاف متعصّبانہ رویہ کا حال بھی سب کو معلوم ہے۔
اس نوعیت کے احوال کا ہمارے ملک ومعاشرہ کو کئی دہائیوں سے سامنا ہے، جس کی وجہ سے ملک روز بروز معاشرتی، معاشی، سیاسی، اور مذہبی تنزلی کی طرف جارہا ہے۔
دوسری طرف بیوروکریسی کی ٹھاٹھ باٹھ والا شاہانہ نظام جو برطانیہ نے ''مالِ مفت دلِ بے رحم'' کا مصداق بنا کر اپنی بیوروکریسی کو مفت کے مزے کروانے اور برصغیر کے لوگوں پر راج کرنے کے لیے بنایا تھا، صدیاں گذر جانے کے باوجود آج تک وہی چل رہا ہے، شاہانہ مراعات، اور پروٹوکول، ہزاروں لیٹر تیل، نئی اور مہنگی ترین گاڑیاں، بھاری بھرکم الاؤنسز، درجنوں خدام، وسیع محلات اور الغرض شہنشاہوں کی طرزِ زندگی گزارنے والوں کو ملک کے معاشی وسیاسی عدمِ استحکام، بلکہ دیوالیہ ہونے سے کیا سروکار؟ وہ تو اپنی عیاشی کے نشہ میں مست ہیں۔
اس نظام کا رونا تو سب روتے ہیں، لیکن اسی وقت تک جب تک کہ وہ اقتدار، اور مذکورہ بالا عہدوں سے باہر ہوتے ہیں، جب وہ ان شعبہ وعہدہ جات سے منسلک ہوجاتے ہیں، پھر وہ بھی چلتے دریا سے دوسروں کی طرح ہاتھ دھوتے ہیں، اگر ملکِ عزیز کو بہتری کی طرف لے جانا ہے، تو اس تعصبی روش کو ترک کرکے اخلاص، نیک نیتی اور خود احتسابی کے ساتھ مل جل کر کام کرنا ہوگا، یہی ایک راستہ ہمیں اپنے اور آنے والی نسل کو تباہی سے بچانے کا ہے۔

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط37، آیت نمبر123 تا127) مفتی محمد رضوان

غزوۂ بدر میں اللہ کی نصرت اور فرشتوں کا نزول

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (123) اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ (124) بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ (125) وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (126) لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ (127) (سورة آل عمران، رقم الآيات ۱۲۳ الی ۱۲۷)

ترجمہ: اور یقیناً بلاشبہ نصرت فرمائی تمہاری اللہ نے بدر میں، اور تم کمزور تھے، پس تم اللہ سے ڈرو، تاکہ تم شکر کرو (123) جب کہہ رہے تھے آپ مومنوں سے کہ کیا کافی نہیں ہے تم کو یہ کہ مدد کرے تمہاری، تمہارا رب تین ہزار فرشتوں کے ذریعے جو اتارے جائیں (آسمان سے) (124) کیوں نہیں اگر صبر کرو گے تم اور تقویٰ اختیار کرو گے اور وہ (کافر) چڑھ آئیں تم پر اپنے جوش سے، اسی وقت مدد کرے گا تمہارا رب تمہاری پانچ ہزار فرشتوں سے، جو نشان زدہ ہوں گے (125) اور نہیں بنایا اللہ نے اس کو، مگر خوشخبری تمہارے لیے اور تاکہ مطمئن ہوجائیں، تمہارے دل اس سے اور نہیں ہوتی نصرت، مگر اللہ ہی کی طرف سے، جو عزیز ہے، حکیم ہے (126) تاکہ کاٹ دے وہ، ایک گروہ کو، ان لوگوں کے، جنہوں نے کفر کیا، یا ذلیل کردے انہیں، پس لوٹیں وہ ناکام ہوکر (127) (سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''غزوۂ بدر'' کے موقع پر مسلمانوں

کی خاص نصرت ومدد کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

’’بدر‘‘ مدینہ منورہ کے جنوب مغرب میں کچھ دور فاصلہ پر ایک پڑاؤ اور منڈی کا نام ہے۔اس وقت اس کو اس لیے اہمیت حاصل تھی کہ یہاں پانی وافر مقدار میں موجود تھا، اور پانی کا وجود اس وقت عرب کے ریگستانی میدانوں میں بڑی اہم چیز شمار کی جاتی تھی، توحید اور شرک کے درمیان یہیں سب سے پہلا معرکہ پیش آیا تھا، یہ غزوہ بظاہر تو ایک مقامی جنگ معلوم ہوتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس نے دنیا کی تاریخ میں ایک عظیم انقلاب پیدا کردیا، اسی لیے قرآن کی زبان میں اس کو ’’یوم الفرقان‘‘ کہا گیا ہے، کئی فرنگی مورخوں نے بھی اس کی اہمیت کا اقرار کیا ہے۔

غزوۂ بدر میں جو بے مثال فتح ونصرت ظہور میں آئی، وہ ظاہری اسباب میں تقویٰ اور صبر کی برکت تھی۔

قرآن مجید میں جگہ جگہ منافقین ومخالفین اور معاندین کے نتائجِ بد سے محفوظ رہنے کے لیے تقوی اور صبر کی تعلیم دی گئی ہے، انہی دو چیزوں کے اندر ساری تنظیمی جدوجہد اور فتح مبین کا راز مضمر ہے، بعض مقامات پر صبر وتقویٰ کے بجائے صرف تقویٰ پر اکتفاء کیا گیا ہے، کیونکہ درحقیقت تقویٰ ایسی جامع صفت ہے کہ جو صبر کو بھی شامل ہے۔

مختلف احادیث میں غزوۂ بدر کے حالات وواقعات کا ذکر آیا ہے۔

ابوزمیل، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُن کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَهُمْ أَلْفٌ، وَأَصْحَابُهُ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّتِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا، فَاسْتَقْبَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِبْلَةَ، ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ، فَجَعَلَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ: اَللّٰهُمَّ أَنْجِزْ لِيْ مَا وَعَدْتَنِيْ، اَللّٰهُمَّ آتِ مَا وَعَدْتَنِيْ، اَللّٰهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ، فَمَا زَالَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ، مَادًّا يَدَيْهِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، حَتّٰى سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ مَنْكِبَيْهِ، فَأَتَاهُ أَبُوْ بَكْرٍ فَأَخَذَ

رِدَائَهُ، فَأَلْقَاهُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ الْتَزَمَهُ مِنْ وَرَائِهِ، وَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، كَفَاكَ مُنَاشَدَتُكَ رَبَّكَ، فَإِنَّهُ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: "إِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِيْنَ" فَأَمَدَّهُ اللّٰهُ بِالْمَلَائِكَةِ.

قَالَ أَبُو زُمَيْلٍ: فَحَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ يَشْتَدُّ فِيْ أَثَرِ رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ أَمَامَهُ، إِذْ سَمِعَ ضَرْبَةً بِالسَّوْطِ فَوْقَهُ وَصَوْتَ الْفَارِسِ يَقُوْلُ: أَقْدِمْ حَيْزُوْمُ، فَنَظَرَ إِلَى الْمُشْرِكِ أَمَامَهُ فَخَرَّ مُسْتَلْقِيًا، فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ قَدْ خُطِمَ أَنْفُهُ، وَشُقَّ وَجْهُهُ، كَضَرْبَةِ السَّوْطِ فَاخْضَرَّ ذٰلِكَ أَجْمَعُ، فَجَاءَ الْأَنْصَارِيُّ، فَحَدَّثَ بِذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: صَدَقْتَ، ذٰلِكَ مِنْ مَدَدِ السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ، فَقَتَلُوْا يَوْمَئِذٍ سَبْعِيْنَ، وَأَسَرُوْا سَبْعِيْنَ (مسلم، رقم الحديث ١٧٦٣ "٥٨")

ترجمہ: بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا، تو ان کی تعداد اس وقت ایک ہزار تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعداد تین سو انیس تھی، تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف رخ کیا، اور اپنے ہاتھ اللہ کی طرف پھیلائے، اور پکار کر اپنے رب سے دعاء کی کہ "اے اللہ! جو آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا، اس کا مجھے مستحق بنا دیجیے، اور اپنے وعدے کے مطابق مجھے عطاء فرما دیجیے، اے اللہ! اگر آپ اہلِ اسلام کی اس چھوٹی سے جماعت کو ہلاک فرما دیں گے، تو زمین میں آپ کی عبادت نہیں کی جائے گی"۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب اللہ عزوجل سے، قبلہ کی طرف رخ کر کے ہاتھ پھیلانے کی حالت میں برابر یہی دعاء کرتے رہے، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ سے آپ کی چادر بھی گر گئی، پھر آپ کے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، اور انہوں

نے چادر کو پکڑ کر، آپ کے شانہ پر ڈالا، پھر آپ کے پیچھے سے لپٹ کر کہا کہ اے اللہ کے نبی! آپ کی اپنے رب سے دعاء کافی ہوچکی ،عنقریب وہ آپ سے اپنے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرے گا، پس اللہ عزوجل نے (سورہ انفال کی) یہ آیت نازل فرمائی''إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ، فَاسْتَجَابَ لَكُمْ، أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، مُرْدِفِينَ ''(یعنی''جب دعاء کررہے تھے تم،اپنے رب سے،تو اس نے قبول کیا تمہارے لیے کہ بے شک میں مدد کروں گا تمہاری،ایک ہزار لگاتار فرشتوں سے'') پھر اللہ نے آپ کی فرشتوں کے ذریعے مدد فرمائی۔

ابوزمیل کہتے ہیں کہ مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بیان کیا کہ اس دن جب مسلمانوں میں سے ایک (انصاری) آدمی،مشرکین کے ایک آدمی کے پیچھے دوڑ رہا تھا ،تو اچانک اس نے اوپر سے ایک کوڑے کی ضرب لگنے کی آواز سنی اور یہ بھی سنا کہ کوئی گھوڑسوار یہ کہہ رہا ہے کہ اے حیزوم! آگے بڑھ،پس اس مسلمان شخص نے اپنے آگے مشرک کی طرف دیکھا کہ وہ چت گرا پڑا ہے، جب اس نے اس کی طرف غور سے دیکھا،تو اس کا ناک زخم زدہ تھا اوراس کا چہرہ پھٹ چکا تھا،کوڑے کی ضرب لگنے کی طرح اوراس کا پورا جسم نیلا پڑ چکا تھا،پھر اس (مسلمان) انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ واقعہ بیان کیا،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا، یہ مدد تیسرے آسمان سے (فرشتوں کی صورت میں) آئی تھی ،پس اس (بدر کے)دن(مشرکین کے) ستر (70) لوگ قتل ہوئے ، اور ستر(70)لوگ قید ہوئے (صحیح مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ أَصَبْنَا مِنْ ثِمَارِهَا، فَاجْتَوَيْنَاهَا وَأَصَابَنَا بِهَا وَعْكٌ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَبَّرُ عَنْ بَدْرٍ، فَلَمَّا بَلَغَنَا أَنَّ الْمُشْرِكِينَ قَدْ أَقْبَلُوا، سَارَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى بَدْرٍ،

وَبَدْرٌ بِئْرٌ، فَسَبَقْنَا الْمُشْرِكِيْنَ إِلَيْهَا، فَوَجَدْنَا فِيْهَا رَجُلَيْنِ مِنْهُمْ، رَجُلًا مِنْ قُرَيْشٍ، وَمَوْلًى لِعُقْبَةَ بْنِ أَبِيْ مُعَيْطٍ، فَأَمَّا الْقُرَشِيُّ فَانْفَلَتَ، وَأَمَّا مَوْلٰى عُقْبَةَ فَأَخَذْنَاهُ، فَجَعَلْنَا نَقُوْلُ لَهُ: كَمِ الْقَوْمُ؟ فَيَقُوْلُ: هُمْ وَاللّٰهِ كَثِيْرٌ عَدَدُهُمْ، شَدِيْدٌ بَأْسُهُمْ فَجَعَلَ الْمُسْلِمُوْنَ إِذْ قَالَ ذٰلِكَ ضَرَبُوْهُ، حَتّٰى انْتَهَوْا بِهٖ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: كَمِ الْقَوْمُ؟ قَالَ: هُمْ وَاللّٰهِ كَثِيْرٌ عَدَدُهُمْ، شَدِيْدٌ بَأْسُهُمْ فَجَهَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُخْبِرَهُ كَمْ هُمْ، فَأَبٰى ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَهُ: كَمْ يَنْحَرُوْنَ مِنَ الْجُزُرِ؟ فَقَالَ: عَشْرًا كُلَّ يَوْمٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْقَوْمُ أَلْفٌ، كُلُّ جَزُوْرٍ لِمِائَةٍ وَتَبِعَهَا. ثُمَّ إِنَّهُ أَصَابَنَا مِنَ اللَّيْلِ طَشٌّ مِنْ مَطَرٍ، فَانْطَلَقْنَا تَحْتَ الشَّجَرِ وَالْحَجَفِ نَسْتَظِلُّ تَحْتَهَا، مِنَ الْمَطَرِ، وَبَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَيَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ إِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْفِئَةَ لَا تُعْبَدْ قَالَ: فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ نَادٰى: اَلصَّلَاةَ عِبَادَ اللّٰهِ، فَجَاءَ النَّاسُ مِنْ تَحْتِ الشَّجَرِ، وَالْحَجَفِ، فَصَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَرَّضَ عَلَى الْقِتَالِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ جَمْعَ قُرَيْشٍ تَحْتَ هٰذِهِ الضِّلَعِ الْحَمْرَاءِ مِنَ الْجَبَلِ. فَلَمَّا دَنَا الْقَوْمُ مِنَّا وَصَافَفْنَاهُمْ إِذَا رَجُلٌ مِنْهُمْ عَلٰى جَمَلٍ لَهُ أَحْمَرَ يَسِيْرُ فِي الْقَوْمِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَلِيُّ نَادِ لِيْ حَمْزَةَ - وَكَانَ أَقْرَبَهُمْ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ - مَنْ صَاحِبُ الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ، وَمَاذَا يَقُوْلُ لَهُمْ؟ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ يَكُنْ فِي الْقَوْمِ أَحَدٌ يَأْمُرُ بِخَيْرٍ، فَعَسٰى أَنْ يَكُوْنَ صَاحِبَ الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ فَجَاءَ حَمْزَةُ فَقَالَ: هُوَ عُتْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ، وَهُوَ يَنْهٰى عَنِ الْقِتَالِ، وَيَقُوْلُ لَهُمْ: يَا قَوْمُ، إِنِّيْ أَرٰى قَوْمًا مُسْتَمِيْتِيْنَ لَا تَصِلُوْنَ إِلَيْهِمْ وَفِيْكُمْ خَيْرٌ، يَا قَوْمُ اعْصِبُوْهَا الْيَوْمَ بِرَأْسِيْ،

وَقُولُوا: جَبُنَ عُتْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ، وَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي لَسْتُ بِأَجْبَنِكُمْ. قَالَ: فَسَمِعَ ذٰلِكَ أَبُوْ جَهْلٍ، فَقَالَ: أَنْتَ تَقُوْلُ هٰذَا؟ وَاللّٰهِ لَوْ غَيْرُكَ يَقُوْلُ هٰذَا لَأَعْضَضْتُهُ، قَدْ مَلَأَتْ رِئَتُكَ جَوْفَكَ رُعْبًا، فَقَالَ عُتْبَةُ: إِيَّايَ تُعَيِّرُ يَا مُصَفِّرَ اسْتِهِ؟ سَتَعْلَمُ الْيَوْمَ أَيُّنَا الْجَبَانُ، قَالَ: فَبَرَزَ عُتْبَةُ وَأَخُوْهُ شَيْبَةُ وَابْنُهُ الْوَلِيدُ حَمِيَّةً، فَقَالُوْا: مَنْ يُبَارِزُ؟ فَخَرَجَ فِتْيَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ سِتَّةٌ، فَقَالَ عُتْبَةُ: لَا نُرِيْدُ هٰؤُلَاءِ، وَلٰكِنْ يُبَارِزُنَا مِنْ بَنِي عَمِّنَا، مِنْ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُمْ يَا عَلِيُّ، وَقُمْ يَا حَمْزَةُ، وَقُمْ يَا عُبَيْدَةُ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ الْمُطَّلِبِ فَقَتَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عُتْبَةَ، وَشَيْبَةَ، ابْنَيْ رَبِيْعَةَ، وَالْوَلِيْدَ بْنَ عُتْبَةَ، وَجُرِحَ عُبَيْدَةُ، فَقَتَلْنَا مِنْهُمْ سَبْعِيْنَ، وَأَسَرْنَا سَبْعِيْنَ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ قَصِيْرٌ بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَسِيْرًا، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ هٰذَا وَاللّٰهِ مَا أَسَرَنِيْ، لَقَدْ أَسَرَنِيْ رَجُلٌ أَجْلَحُ، مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ وَجْهًا، عَلٰى فَرَسٍ أَبْلَقَ، مَا أُرَاهُ فِي الْقَوْمِ، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: أَنَا أَسَرْتُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ: اُسْكُتْ، فَقَدْ أَيَّدَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِمَلَكٍ كَرِيْمٍ فَقَالَ عَلِيٌّ: فَأَسَرْنَا مِنْ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: الْعَبَّاسَ، وعَقِيلًا، وَنَوْفَلَ بْنَ الْحَارِثِ (مسند احمد،رقم الحديث ٩٤٨)

ترجمہ: جب ہم لوگ مدینہ ہجرت کر کے آئے،اور ہم نے یہاں کے پھل کھائے،تو ہمیں پیٹ کی بیماری لاحق ہوگئی،جس سے ہم شدید بخار میں مبتلا ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے حالات معلوم کرتے رہتے تھے، جب ہمیں معلوم ہوا کہ مشرکین مقامِ بدر کی طرف بڑھ رہے ہیں،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بدر کی طرف روانہ ہوگئے"بدر" ایک کنوئیں کا نام تھا،ہم مشرکین سے پہلے وہاں پہنچ گئے،وہاں ہمیں دو آدمی ملے،ایک کا تعلق قریش سے تھا،اور دوسرا عقبہ بن ابی معیط کا غلام تھا،قریشی تو ہمیں دیکھتے ہی بھاگ گیا،اور عقبہ کے غلام کو ہم نے پکڑ لیا،ہم نے اس سے پوچھا کہ مشرکین کے لشکر

کی تعداد کتنی ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! ان کی تعداد بہت زیادہ اور ان کا جنگی سامان بہت مضبوط ہے، جب اس نے یہ کہا تو مسلمانوں نے اسے مارنا شروع کر دیا، اور اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سے مشرکین کی تعداد معلوم کی، اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! ان کی تعداد بہت زیادہ اور ان کا جنگی سامان بہت مضبوط ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ان کی صحیح تعداد معلوم کرنے کی کوشش کی، لیکن اس نے بتانے سے انکار کر دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے معلوم کیا کہ وہ لوگ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ وہ لوگ روزانہ دس اونٹ ذبح کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی تعداد ایک ہزار ہے، کیونکہ ایک اونٹ سو آدمیوں کو کفایت کر جاتا ہے۔

پھر جب رات ہوئی، تو ہلکی ہلکی بارش ہونے لگی، ہم بارش سے بچنے کے لیے درختوں اور ڈھالوں کے نیچے چلے گئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں ساری رات اپنے رب عزوجل سے یہ دعاء کرتے رہے کہ اے اللہ! اگر (مسلمانوں کی) یہ چھوٹی سی جماعت ختم ہوگئی، تو آپ کی عبادت نہیں ہو سکے گی، پھر جب طلوعِ فجر ہوئی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کرایا کہ اے اللہ کے بندو! نماز تیار ہے، لوگوں نے درختوں اور سایوں کو چھوڑا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوگئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی، اور اس کے بعد جہاد کی ترغیب دینا شروع کیا، اور پھر فرمایا کہ قریش کا لشکر اس پہاڑ کی سرخ ڈھلوان میں ہے۔

جب قریش کا لشکر ہمارے قریب آ گیا اور ہم نے بھی صف بندی کر لی، تو اچانک ان میں سے ایک آدمی سرخ اونٹ پر سوار ہو کر نکلا، اور اپنے لشکر میں چکر لگانے لگا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ اے علی! حمزہ سے پکار کر معلوم کرو، جو مشرکین مکہ کے سب سے زیادہ قریب تھے کہ یہ سرخ اونٹ والا کون ہے اور کیا کہہ رہا ہے؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر قریش کے لشکر میں کوئی آدمی بھلائی

کا حکم دے سکتا ہے، تو وہ یہ سرخ اونٹ پر سوار شخص ہی ہوسکتا ہے، اتنی دیر میں حضرت حمزہ آ گئے، اور کہنے لگے کہ یہ عتبہ بن ربیعہ ہے، جوکہ لوگوں کو جنگ سے روک رہا ہے، اور کہہ رہا ہے کہ اے میری قوم! میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں، جوڈھیلے پڑ چکے ہیں، اگر تم میں ذرا سی بھی صلاحیت ہو، تو یہ تم تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے، اے میری قوم! آج کے دن میرے سر پر پٹی باندھ دو، اور کہہ دو کہ عتبہ بن ربیعہ بزدل ہوگیا، حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں بزدل نہیں ہوں۔

ابوجہل نے جب یہ بات سنی، تو کہنے لگا کہ یہ بات تم کہہ رہے ہو؟ واللہ! اگر یہ بات تمہارے علاوہ کسی اور نے کہی ہوتی، تو میں اس سے کہتا کہ جا کر اپنے باپ کی شرمگاہ چوس (یعنی میں اس کو گالی دیتا) تمہارے پھیپھڑوں نے تمہارے پیٹ میں رعب بھر دیا ہے، عتبہ کہنے لگا کہ ارے پیلے سرین والے! تو مجھے عار دلاتا ہے، آج تجھے پتہ چل جائے گا کہ ہم میں سے بزدل کون ہے؟ اس کے بعد جوش میں آ کر عتبہ، اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید میدان جنگ میں نکل کر مقابلہ کا اعلان کرنے لگے، ان کے مقابلے میں چھ انصاری نوجوان نکلے، تو عتبہ کہنے لگا کہ ہم ان سے نہیں لڑنا چاہتے، ہمارے مقابلے میں ہمارے بنو عم نکلیں، جن کا تعلق بنو عبدالمطلب سے ہو۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی اٹھو، اور اے حمزہ اٹھو، اور اے عبیدہ بن حارث بن مطلب اٹھو، پس اللہ تعالیٰ نے ربیعہ کے دو بیٹوں عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کر دیا، اور عبیدہ رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے، اس طرح ہم نے مشرکین کے ستر آدمی مارے، اور ستر ہی کو قیدی بنالیا، اسی دوران ایک چھوٹے قد کا انصاری نوجوان عباس بن عبدالمطلب کو جو بعد میں صحابی بنے، قیدی بنا کر لے آیا، عباس کہنے گے کہ اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اس نے مجھے قیدی نہیں بنایا، مجھے تو اس شخص نے قید کیا ہے، جس کے سر کے دونوں جانب بال نہ تھے، وہ بڑا خوبصورت چہرہ رکھتا تھا، اور ایک چتکبرے گھوڑے پر سوار تھا، جو مجھے اب آپ لوگوں میں نظر نہیں آ رہا، اس پر انصاری

نے کہا اے اللہ کے رسول! انہیں میں نے ہی گرفتار کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری سے کہا کہ خاموش ہو جاؤ، اور فرمایا کہ ایک معزز فرشتے کے ذریعے اللہ نے تمہاری مدد کی ہے، حضرت علی فرماتے ہیں کہ بنوعبدالمطلب میں سے ہم نے عباس، عقیل اور نوفل بن حارث کو گرفتار کیا تھا (مسند احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ: قُوْمُوْا إِلٰى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، قَالَ عُمَيْرُ بْنُ الْحَمَّامِ الْأَنْصَارِيُّ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، عَرْضُهَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، بَخٍ بَخٍ، لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا بُدَّ أَنْ أَكُوْنَ مِنْ أَهْلِهَا قَالَ فَإِنَّكَ مِنْ أَهْلِهَا، فَأَخْرَجَ تُمَيْرَاتٍ فَجَعَلَ يَأْكُلُ، ثُمَّ قَالَ: لَئِنْ حَيِيْتُ حَتّٰى آكُلَ تَمَرَاتِيْ إِنَّهَا لَحَيَاةٌ طَوِيْلَةٌ قَالَ: فَرَمٰى بِمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ التَّمْرِ، ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى قُتِلَ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٥٧٩٨)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا کہ اس جنت کی طرف بڑھو، جس کی چوڑائی آسمان وزمین کے برابر ہے، عمیر بن حمام انصاری نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! (جنت کی چوڑائی) آسمان وزمین کی چوڑائی کے برابر ہے؟ واہ واہ! اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول! میں امید کرتا ہوں کہ میں اہلِ جنت میں سے ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اہلِ جنت میں سے ہے، تو عمیر نے اپنے تھیلے سے کچھ کھجوریں نکال کر انہیں کھانا شروع کیا، پھر کہا کہ اگر میں ان کھجوروں کے کھانے تک زندہ رہا، تو یہ بہت لمبی زندگی ہوگی، پھر انہوں نے اپنے پاس موجود کھجوروں کو پھینک دیا، پھر کافروں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے (حاکم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ بَدْرٍ فِيْ ثَلَاثِ مِائَةٍ

وَخَمْسَةَ عَشَرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللّٰهُمَّ إِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ، اللّٰهُمَّ إِنَّهُمْ عُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ، اللّٰهُمَّ إِنَّهُمْ جِيَاعٌ فَأَشْبِعْهُمْ فَفَتَحَ اللّٰهُ لَهُ يَوْمَ بَدْرٍ، فَانْقَلَبُوا حِينَ انْقَلَبُوا، وَمَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَقَدْ رَجَعَ بِجَمَلٍ أَوْ جَمَلَيْنِ وَاكْتَسَوْا وَشَبِعُوا (سنن ابی داود،رقم الحدیث ۲۷۴۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''بدر'' کے دن تین سو پندرہ آدمیوں کے ساتھ نکلے،اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء کرتے ہوئے کہا کہ''اے اللہ! یہ لوگ پیدل ہیں،ان کو سواری عطاء فرما،اے اللہ! یہ لوگ بغیر لباس کے ہیں ان کو لباس عطاء فرما،اے اللہ! یہ لوگ بھوکے ہیں ان کو شکم سَیر فرما'' پھر اللہ نے بدر کے دن مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی،اور جب یہ لوگ مدینہ لوٹے،تو ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا،جو اپنے ساتھ ایک،یا دو اونٹ نہ لایا ہو،ان کو لباس بھی ملا،اور وہ شکم سَیر بھی ہو گئے (سنن ابی داؤد)

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط18)

نعمان بن محمود آلوسی کی مذکورہ بالا عبارت میں انبیاء کی ’’برزخی حیات‘‘ کا قول کیا گیا ہے، اور ’’حیاتِ حقیقی‘‘ کی اس بناء پر نفی کی گئی ہے کہ اس صورت میں دنیوی حیات کے تمام لوازمات، مثلاً اعمال اور مکلّف ہونے، اور عبادت کرنے، اور بولنے وغیرہ کو ماننا پڑے گا، جو کہ درست نہیں۔

اس بات سے ہمیں بھی اتفاق ہے۔

اور اگر کوئی انبیاء کی ’’برزخی حیات‘‘ کا انکار کرے، اور اس طرح کی ’’حیاتِ حقیقی‘‘ کا دعویٰ کرے، جو دنیوی حیات کے تمام لوازمات کو مستلزم ہو، تو اس کا ’’بدیھی البطلان‘‘ ہونا واضح ہے۔

لیکن اگر کوئی انبیائے کرام کی ’’برزخی حیات‘‘ کو ’’حیاتِ حقیقی‘‘ سے تعبیر کرے، اور اس کی مراد ’’برزخی حیات‘‘ کی نفی نہ ہو، اور اگر یہ مراد ہو بھی، تو بھی دوسرے افراد واشخاص کی طرح کی ’’عام برزخی حیات‘‘ کی نفی اور اس کے نتیجہ میں انبیاء کی خاص اور اعلیٰ درجہ کی برزخی حیات کا اثبات مقصود ہو، اور ’’حقیقی حیات‘‘ سے اس کی مراد ’’اس حیات کے حقیقت اور واقعہ اور نفسُ الامر کے مطابق ہونا، اور مجازی حیات کا دعویٰ کرنے والوں کی نفی ہو، جو نصوص کو حقیقی معنیٰ پر محمول کرنے کے بجائے، مجازی معنیٰ پر محمول کرنے کی تاویل پر عمل پیرا ہیں‘‘ تو اس حد تک اس قول سے اختلاف زیادہ اہمیت نہیں رکھتا، اور ایسی صورت میں اس کی حیثیت تعبیر کے اختلاف سے زیادہ نہ ہوگی، جو حقیقی اختلاف نہیں کہلائے گا۔

چنانچہ ’’المواھبُ اللدنیة‘‘ میں شہداء کی حقیقی حیات کے قول کو جمہور کا قول قرار دے کر، اس حقیقی حیات کے صرف روح کے لیے، یا اس کے ساتھ جسد کے لیے بھی ’’بمعنیٰ عدم البلی‘‘ حاصل ہونے کے دو اقوال کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: المواھب اللدنیة بالمنح المحمدیة، ج۳، ص ۱۰۶، المقصد العاشر، الفصل الثانی فی زیارة قبرہ

الشریف ومسجدہ المنیف)

پس جب جسم کے بوسیدہ ہوجانے کی صورت پر بھی ''برزخی حقیقی حیات'' کا اطلاق ہوسکتا ہے، تو جسم سلامت رہنے پر کیسے اطلاق نہیں ہوسکتا۔

اور علامہ خفاجی حنفی نے تفسیر بیضاوی کے حواشی میں ''شہداء کی حیاتِ حقیقی، روح بمع جسد ہونے کا قول ذکر کر کے فرمایا کہ ہم اس حیات کا ادراک نہیں کر سکتے، اور اس کی حقیقت کا علم نہیں رکھتے، کیونکہ اس کا تعلق برزخ کے احوال سے ہے۔ انتھٰی۔

(عِنَایۃُ القَاضِی وکِفَایۃُ الرَّاضِی عَلٰی تفسیرِ البَیضَاوی، لشھاب الدین أحمد بن محمد الخفاجی الحنفی، ج۲، ص۲۵۷، سورۃ البقرۃ)

علامہ خفاجی نے شہداء کی حیات کو ''حقیقی حیات'' اور روح مع جسد کی حیات فرما کر ''من أحوال البرزخ'' فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک حقیقی حیات کا اثبات ''برزخی حیات'' کی نفی کو مستلزم نہیں۔

اسی طرح کا سلافہ بالا میر (المتوفٰی :1182ھ) نے ''شہداء کی حیات کو برزخ میں ''حقیقی'' کہا ہے۔

(التَّنویرُ شَرْحُ الجَامِعِ الصَّغِیرِ، ج۶، ص۸۵، تحت رقم الحدیث۴۱۶۸، حرف الدال المھملۃ، الدال مع الخاء المعجمۃ)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ ''حقیقی حیات'' قرار دینے والوں کا مقصود ''برزخی حیات'' کی نفی، اور دنیا کے تمام لوازمات اور بشری تقاضوں کا اثبات نہیں۔

اور بعض حضرات نے جو انبیاء وشہداء کی قبر کی حیات کو ''کحیاتھم فی الدنیا '' جیسے الفاظ کے ذریعہ دنیا کی حیات کے مشابہ، اور ''روح مع جسم'' کی حیات کہہ دیا ہے، اس سے بھی حیاتِ برزخی کی نفی ہرگز مقصود نہیں۔

ہم بار، بار قبر کے برزخ کے خلاف نہ ہونے کی وضاحت کر چکے ہیں، اور قبر بول کر برزخ مراد لینے کا بھی باحوالہ ذکر کر چکے ہیں۔

اور اس جیسی عبارات میں ''کاف تشبیہ'' کو کلی مشابہت ومماثلت پر محمول کرنا بھی درست نہیں، بلکہ اس سے جزوی مماثلت ومشابہت مراد ہے، ورنہ تو موت کی نیند سے مشابہت ومماثلت پر بھی یہی

حکم لگانا چاہئے، ویسے بھی اصولی اعتبار سے اس طرح کے مواقع پر کلی مشابہت ومماثلت سمجھ لینا درست نہیں ہوا کرتا، جیسا کہ کسی کو چاند، یا شیر جیسا کہنے کا مطلب یہ نہیں ہوا کرتا کہ وہ شخص انسانی جنس سے خارج اور بشری تقاضوں سے پاک ہے۔

پس اسی طرح انبیاء کی مابعد **الموت** حیات کو، دنیا کی حیات کے مشابہ کہنے کا مقصود بھی یہ نہیں کہ وہ برزخی حیات، بالکلیہ دنیا کی حیات کی طرح ہے، البتہ اس حیثیت سے جزوی مشابہت ومماثلت قرار دینے کی گنجائش ہے کہ جس طرح دنیا میں زندہ انسان کے اجسام مٹی نہیں ہوتے، بلکہ گوشت، پوست، ہڈی وغیرہ سے عبارت ہوتے ہیں، اس طرح انبیائے کرام کے اجسام، برزخ میں بھی سلامت ہوتے ہیں، اور برزخ میں بدن وجسم کے کل، یا بعض کے ساتھ روح کا تعلق جمہور **اھلُ السنۃ** کے نزدیک مسلم ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس برزخی حیات کو روحانی وجسمانی کہنے کا مقصود، اولاً تو ان لوگوں کی تردید ہے، جو ''عالمِ برزخ'' میں روح اور بدن کے تعلق کے قائل نہیں۔

دوسرے اس بات کو ثابت کرنا مقصود ہے کہ انبیاء کے ابدان واجسام، متغیر ہونے سے محفوظ رہتے ہیں، اور بس۔

نہ یہ کہ ان کی ارواح، ہمیشہ ان ابدان کے ساتھ ہی عالمِ برزخ میں مستقر ومتحرک ہوتی ہیں، اور ارواح، ان اجسام کے بغیر عالمِ برزخ میں راحت وسرور حاصل نہیں کرتیں، یہ مراد لینا درست نہیں، کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ برزخ کے احوالِ سرور وغیرہ کا اصل مرکز تو روح ہوتی ہے، اور بدن سے اس کا ایسا تعلق اور کنکشن ہوتا ہے، جس کے نتیجہ میں بدن تک اس سرور وغیرہ کا اثر سرایت کر جاتا ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر باحوالہ ذکر کیا جاچکا۔

یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے یہ بھی ساتھ ہی فرمادیا کہ ان کے ابدان سلامت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ابدان اس طرح ہوں، جس طرح دنیا میں کھانے پینے اور دوسرے بشری تقاضوں، نکاح، اور حقوقِ زوجیت وغیرہ کے محتاج تھے، اور برزخ میں ارواح کے باہم ملاقات کرنے سے یہ سمجھ لینا درست نہیں کہ وہاں کی ملاقات بشری تقاضوں کے مطابق ہو، جس میں نعوذ باللہ تعالیٰ، دنیا

کی طرح عورتوں سے قضائے شہوت بھی داخل ہو، کیونکہ یہ امور عالمِ دنیا کے تقاضوں سے تعلق رکھتے ہیں، عالمِ برزخ کے احوال کو عالمِ دنیا کے احوال پر قیاس کرنا، سراسر کم علمی اور اس کی وجہ سے علمائے محققین پر الزام عائد کرنا، اتہام والزام تراشی ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ علامہ سیوطی شافعی نے علامہ سبکی شافعی کے حوالہ سے اپنے رسالے ''انباء الاذکیاء'' میں نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وقال الشيخ تقي الدين السبكي :حياة الأنبياء والشهداء في القبر كحياتهم في الدنيا، ويشهد له صلاة موسى في قبره، فإن الصلاة تستدعي جسدا حيا، وكذلك الصفات المذكورة في الأنبياء ليلة الإسراء كلها صفات الأجسام، ولا يلزم من كونها حياة حقيقة أن تكون الأبدان معها كما كانت في الدنيا من الاحتياج إلى الطعام والشراب، وأما الإدراكات كالعلم والسماع فلا شك أن ذلك ثابت لهم ولسائر الموتى، انتهى(الحاوى للفتاوى، ج ٢، ص ١٨٤ ،أنباء الأذكياء بحياة الأنبياء)

مندرجہ بالا عبارت میں تقی الدین سبکی نے جو یہ فرمایا کہ ''حياة الأنبياء والشهداء في القبر ''اس میں ''قبر'' کا لفظ ''برزخی حیات'' کی دلیل ہے، ہم قبر سے برزخ مراد ہونے کی تصریحات دوسرے مقام پر نقل کر چکے ہیں، پھر آگے جو یہ فرمایا کہ ''كحياتهم في الدنيا ''اس میں ''ک'' تشبیہ کے لیے ہے،، جس کا مقصود تقریبِ فہم ہوا کرتا ہے، یعنی ''انبیاء وشہداء کی وہ حیات، جو پیچھے ذکر کی گئی، اور وہ حیات ''برزخی'' ہے، وہ دنیا کی حیات کے مشابہ ہے، اس میں ''مشبہ بہ'' دراصل ''حیاتِ دنیا، یا دنیوی حیات'' ہے، اور ''مشبہ'' درحقیقت ''حیاتِ برزخی، یا برزخی حیات'' ہے، کیونکہ ''مشبہ'' کے لیے ضروری ہے کہ وہ ''مشبہ بہ'' کا غیر ہو، ورنہ تو ''تشبیہ'' کے کوئی معنیٰ نہیں، اور ''مشبہ'' و''مشبہ بہ'' میں کلی مماثلت ضروری نہیں، بلکہ ''تمثیل وتشبیہ'' کے لیے کسی ایک جزء میں، یا کسی جہت سے بھی مماثلت ومشابہت کافی ہے، جیسا کہ ''زید کالاسد ''یا''زید کالقمر ''وغیرہ جیسی مثالوں سے بالکل واضح ہے۔

اور اصل یہ ہے کہ اس تشبیہ میں ''مشبہ بہ'' اعلیٰ ہو ''مشبہ'' سے۔

فلا يدل التشبيه على أفضلية المشبه به من كل وجه(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج ٤، ص ٢٢٣، كتاب الصوم،باب حق الأهل في الصوم)

الأصل أن المشبه به أعلى درجة من المشبه(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج ٩، ص ٥٨٣، كتاب الأطعمة،باب الطاعم الشاكر)

وفائدة التشبيه التقريب لفهم السائل(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج ١٣، ص ٢٩٦، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة،باب من شبه أصلا معلوما بأصل مبين)

اور سبکی کی اسی مذکورہ عبارت میں آگے صاف طور پر یہ بھی فرما دیا گیا کہ اس ''حیاتِ برزخی وحقیقی'' سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے ابدان اسی طرح سے ان کے ساتھ ہوں، جس طرح سے دنیا میں اکل وشرب وغیرہ کے محتاج تھے۔

جس سے اس تشبیہ کے دوسری جہات سے ہونے کی نفی بھی ہوگئی، اور ''مشبہ بہ'' کا ''مشبہ'' سے اعلیٰ ہونا بھی معلوم ہوگیا۔

اس لیے مذکورہ عبارت سے انبیاء وشہداء کی ''برزخی حیات'' کی نفی سمجھنا، اور اس کی نفی کر کے، ان کی حیات کو ''دنیوی'' سمجھ لینا، سخت غلط فہمی اور تسامح پر مبنی ہے، جس کا بعض علماء سے بھی صدور ہوگیا، والانسان مرکب من الخطاء۔

اب دیکھنا یہ چاہیے کہ انبیاء کی برزخی حیات کو دنیا کی حیات سے وہ تشبیہ کس جہت سے، اور کس مقصد کے لئے ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تشبیہ اس جہت سے، اور اس مقصد کے لئے ہے کہ ان کے اجسام متغیر نہیں ہوتے، یعنی جس طرح سے دنیا میں اُن کو اجسام

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور عالمِ برزخ میں انبیائے کرام جو کوئی بھی عمل نماز وغیرہ کی شکل میں کرتے ہیں (جیسا کہ شبِ معراج کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے، تو) وہ عالمِ برزخ کی شایانِ شان مکلّف ہوئے بغیر سکون وسرور کے لئے کرتے ہیں، دنیا میں مکلّف ہونے کے اعتبار سے نہیں کرتے، ان کی ارواح، ان اعمالِ صالحہ سے سکون وسرور حاصل کرتی ہیں، اور اللہ ان کے اجر وثواب کو اپنے فضل سے جاری رکھتا ہے۔

(ملاحظہ ہو: تفسیر بحر العلوم، لأبی اللیث السمرقندی، ج ۱، ص ۱۰۵، سورۃ البقرۃ، وج ۱، ص ۲۶۴، سورۃ آل عمران)

یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے ہی دوسرے مقامات پر برزخی حیات وغیرہ کی تصریح کی ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وابدان حاصل تھے، برزخ وقبر میں چلے جانے کے بعد، ان کے اجسام وابدان اسی حالت پر ہوتے ہیں، اس جہت سے تشبیہ ہرگز نہیں کہ وہ اجسام دنیا کے بشری تقاضوں، اور لوازمات کے ساتھ ہوتے ہوں، اور قبروں پر نماز پڑھنے پر کلام پہلے گزر چکا ہے۔

سبکی کی مذکورہ عبارت پر اس طرح کا الزام عائد کرنا، اتہام سے کم حیثیت نہیں رکھتا، جو عند اللہ باعثِ مواخذہ ہے۔

اور ہمیں راجح یہ معلوم ہوا کہ دنیا کی وفات کے بعد، نصوص کی رو سے، مافوق العادۃ اجسام وابدان متغیر نہ ہونے کا استثناء، صرف انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے، انبیاء کے اجسام متغیر نہ ہونے کی تصریح تو نصوص میں آئی ہے، اور نصوص کی رو سے انبیاء کے علاوہ فوت ہونے کے بعد انسان کے جسم کی ہر چیز گل جاتی ہے، سوائے ریڑھ کی ہڈی کے، اور شہداء کے ابدان واجسام متغیر نہ ہونے کا استثناء، یا تصریح نصوص میں نہیں آئی، اس لئے بہت سے محققین نے اس حکم میں انبیاء کے ساتھ شہداء کو داخل نہیں مانا، جبکہ بعض حضرات نے اس حکم میں شہداء کو بھی داخل مانا ہے، اور اس طرح شہداء کے متعلق دونوں اقوال ہوگئے۔

تقی الدین سبکی کی مذکورہ عبارت میں شہداء کو انبیاء کے حکم میں داخل ماننے کے قول کی پیروی کی گئی ہے، لیکن ہمارے نزدیک اس قسم کے غیبی امور ''توقیفی'' کہلاتے ہیں، جن میں ''قیاس'' کو دخل نہیں ہوتا، بلکہ نصوص کی تصریح ضروری ہوتی ہے، اور ہمارے نزدیک انبیاء کے علاوہ متعین طور پر کسی بھی دوسرے فردِ بشر کے بدن کا عادتاً متغیر نہ ہونے کا استثناء کرنا، اور شہداء کے اجسام وابدان کے متغیر نہ ہونے کا قول، راجح نہیں، اِلَّا یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی شہید کے جسم وبدن کو متغیر ہونے سے محفوظ رکھے، اور کسی غیر نبی کے جسم وبدن کو اللہ مافوق العادۃ استثناء عطاء فرمادے، اس سے کس کو اختلاف کی جرئت ہوسکتی ہے؟ محمد رضوان۔

۱؎ چنانچہ علامہ سیوطی شافعی ہی اپنے رسالے ''انباء الاذکیاء'' میں لکھتے ہیں:

وقال الإمام بدر الدين بن الصاحب فی تذكرته فصل فی حياته صلى الله عليه وسلّم بعد موته فی البرزخ وقد دل على ذلك تصريح الشارع وإيماؤه ومن القرآن قوله تعالى :) ولا تحسين الذين قتلوا فی سبيل الله أمواتاً بل أحياء عند ربهم يرزقون (فهذه الحالة وهی الحياة فی البرزخ بعد الموت حاصلة لآحاد الأمة من الشهداء وحالهم أعلى وأفضل ممن لم تكن له هذه الرتبة لا سيما فی البرزخ ، ولا تكون رتبة أحد من الأمة أعلى من رتبة النبی صلى الله عليه وسلّم بل إنما حصل لهم هذه الرتبة بتزكيته وتبعيته ، وأيضاً فإنما استحقوا هذه الرتبة بالشهادة والشهادة حاصلة للنبی صلى الله عليه وسلّم على أتم الوجوه وقال عليه السلام : (مررت على موسى ليلة أسرى بی عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلی فی قبره) وهذا صريح فی إثبات

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ میت کے ادراک، علم وسماع کو حسبِ مشیتِ الٰہی وحسبِ درجات بعض حضرات تو تمام اموات کے لئے ان میں سے ہر ایک کی شایانِ شان مانتے ہیں، خواہ مومن ہو، یا کافر، علامہ ابنِ تیمیہ بھی ان حضرات میں داخل ہیں، اور یہ ایک الگ درجہ کا اختلافی مسئلہ ہے، جس میں غلو مناسب نہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اور اگر کسی کو عالمِ برزخ کی حیات کے بارے میں کوئی بات سمجھ نہ آئے، تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ''بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ'' اور'' بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ '' کا اعلان فرما چکا ہے۔

ایسی صورت میں اس کے مطابق نظریہ رکھنا چاہئے، اور عقل کے پیچھے لاٹھی لے کر دوڑنے کے طرزِ عمل سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(ملاحظہ ہو:تفسیر روح المعانی، ج ۱، ص۴۱۸و، ص ۴۲۲، سورة البقرة،و مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين، لابن قيم الجوزية، ج۳، ص ۲۶۴، فصل الحياة الاولیٰ)

اور اگر آخری درجہ میں کسی علمی بات پر دوسرے صاحبِ علم سے اختلاف ہو، تو اختلافات تو اور مسائل میں بھی ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے، یہ کوئی نئی بات نہیں، ایک مسئلہ میں اگر ایک عالم کی بات قابلِ اختلاف ہوسکتی ہے، تو دوسرے کسی مسئلہ میں اسی کی بات قابلِ اتفاق بھی ہوسکتی ہے، اهلُ السنة کے نزدیک انبیائے کرام کے علاوہ کسی انسان کو بھی ''معصوم'' ہونے کا شرف حاصل نہیں، اور ''كل يؤخذ ويترك الا النبی صلى الله عليه وسلم'' والی بات ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحياة لموسى فإنه وصفه بالصلاة وأنه كان قائماً ، ومثل هذا لا يوصف به الروح وإنما وصف به الجسد ، وفی تخصيصه بالقبر دليل على هذا ، فإنه لو كان من أوصاف الروح لم يحتج لتخصيصه بالقبر ، فإن أحداً لم يقل أن أرواح الأنبياء مسجونة فی القبر مع الأجساد وأرواح الشهداء أو المؤمنين فی الجنة(الحاوی للفتاوى، ج۲،ص ۲۵۱ ،أنباء الأذكياء بحياة الأنبياء)

مذکورہ عبارت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد برزخی حیات کا صاف ذکر ہے، اور اس کی دلیل میں شارع کی تصریح، اور اشارہ ہونے کے ساتھ ہی قرآن کی آیت سے بھی دلیل کا ذکر ہے، پس بعض علماء کا علامہ سیوطی، یا سبکی کی کسی عبارت سے انبیاء کی برزخی حیات کی نفی سمجھنا صریح تسامح معلوم ہوتا ہے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

لیکن علمی اختلاف کی کچھ حدود وقیود اور آداب ہوا کرتے ہیں، جن سے موجودہ دور کے اگر بعض علماء محروم ہوں، تو یہ ان کا اپنا فعل ہے، اس طرز عمل کی نسبت سے سلفِ صالحین محققین بری ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بری رکھے۔ آمین۔

پس بعض مجمل عبارات سے موجودہ دور کے بعض حضرات کا برزخی اور بطورِ خاص قوی و اعلیٰ درجہ کی برزخی حیات کی نفی کو مراد لینا، اور اس پر محاذ کھڑا کرنا، اور اھلُ السنۃ اصحابِ علم کی پگڑیاں اچھالنا، اور ان کی عزت کے خون سے اپنے سینے، زبان، یا قلم کو داغ دار بنانا، کونسا ثواب والا کام ہے؟

ہم اس طرزِ عمل کو راجح نہیں سمجھتے، کوئی دوسرا راجح سمجھ کر اس طرزِ عمل میں اپنے آپ کو مشغول کرے، تو وہ اس کا اپنا فعل، اور ''لھا ما کسبت و علیھا ما اکتسبت'' اور ''و لا تسئلون عما کانوا یعملون'' والا معاملہ ہے۔ واللہ أعلم۔ (جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین — مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

نمازِ عید کے بعد دعاء

(10- شعبان المعظم -1444ھ)

آج کل اس بات پر لوگوں میں بہت اختلاف اور بحث ومباحثہ، اور نکار ونکیر ہوتا ہے کہ عیدین کی نماز کے بعد دعاء کی جائے، یا خطبہ کے بعد دعاء کی جائے، حالانکہ اس قسم کی چیزوں میں ایک دوسرے کے خلاف بحث ومباحثہ، اور انکار ونکیر کرنا، کوئی کارِ خیر نہیں، اگر کوئی سرے سے دعاء نہ کرے، اور عید کی نماز کے متصل بعد خطبہ دے کر فراغت حاصل کرلے، تو بھی گناہ کی بات نہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عیدین میں نہ قبل الخطبۃ نہ بعد الخطبۃ دعاء منقول تو ہے نہیں، لیکن اگر کہیں معمول ہو، مگر التزام نہ ہو، تو کلیاتِ شرعیۃ کی بناء پر کوئی حرج بھی نہیں، ایسی چیزوں کی بحث میں نہ پڑنا چاہیے، جس میں شرعاً وسعت ہے، اہتمام کے لائق اور بہت باتیں ہیں، لوگ ان کے چھوڑنے پر آمادہ نہیں، جن پر کھلم کھلا دین کی تحریف کررہے ہیں (الافاضات الیومیۃ، جلد: ۵، مشمولہ: ملفوظاتِ حکیم الامت، ج۵ص۳۰۱، ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ، ملفوظ نمبر ۳۲۷، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخ اشاعت: شوال ۱۴۲۳ھ)

آج کل اس قسم کے مسائل میں لوگوں کے مختلف گروہ بن گئے ہیں، کوئی عید کی نماز کے بعد خطبہ سے پہلے دعاء کرتا ہے، اور دوسرے طریقوں کو غلط وبدعت ٹھہراتا ہے، کوئی خطبہ کے بعد دعاء کا قائل ہے، اور وہ دوسرے طریقوں کو غلط وبدعت ٹھہراتا ہے، اور کوئی نمازِ عید اور خطبہ دونوں کے بعد ہی دعاء کو غلط وبدعت ٹھہراتا ہے، اور اس طرح آپس میں ایک دوسرے کے خلاف فتوے بازی وفتنہ کا بازار گرم ہوتا ہے، اس قسم کے نااہل، اور فتنہ پرور لوگوں نے دین کو ایک تماشہ بنا کر رکھ دیا ہے۔

www.idaraghufran.org

بدگمانی و بدزبانی

(22-شعبان المعظم-1444ھ)

آج کل بدگمانی اور پھر بدزبانی کا مرض بہت عام ہوگیا ہے، پہلے بدگمانی ہوتی ہے، اور پھر اس کے مطابق بدزبانی کی نوبت آتی ہے، بدگمانی اور بدزبانی دونوں ہی شرعی اعتبار سے خطرناک امراض ہیں، قرآن وسنت میں ان دونوں گناہوں پر بڑی سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اور اس وقت یہ دونوں امراض اتنے عام ہوگئے ہیں کہ ان میں دین داروں، اور علماء وصلحاء کا ایک بڑا طبقہ بھی مبتلا ہوگیا ہے، اور زیادہ قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ ان گناہوں کا رات دن، اِن دین داروں اور دین کے مقتداء وپیشوا لوگوں کی طرف سے سوشل میڈیا اور مذہبی رسائل وجرائد میں بھی کھلے عام استعمال ہونے لگا ہے، عوام کا تو کہنا ہی کیا!

پھر ان مقتداؤں کی طرف سے بدگمانیوں اور اس پر مرتب ہونے والی بدزبانیوں کی بہت سے عوام الناس بلاتحقیق تصدیق بھی کردیتے ہیں، اور تحقیق کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے، نااہلوں کی یہ اندھی اور جامد تقلید بھی دنیا وآخرت کے اعتبار سے سخت تباہ کن ہے، جس کی وجہ سے مختلف ادوار میں سادہ لوح مسلمانوں نے دھوکہ کھایا، یہاں تک کہ بعض چیزوں میں وہ معاندین ومنافقین کی بھی تقلید کر بیٹھے۔

ایک صاحب نے مجلّہ میں ایک مضمون میرے خلاف لکھا، اور جیسا کہ ان صاحب کا معمول، بلکہ عادت ہے کہ اصل موضوع اور مدعا کے بجائے، ادھر ادھر کی غیر متعلقہ باتیں کرتے ہیں، اور کوئی نقص وعیب جس طرح بھی ہاتھ آئے، اس کو بہت اچھالتے ہیں، خواہ اس کی حقیقت کچھ بھی نہ ہو۔

انہوں نے یہ تاثر ظاہر کیا کہ میں ایک فلاں سبائی مولوی کو مدد کے لیے بلاتا ہوں، اور الگ کمرے میں بیٹھ کر ان مولوی صاحب سے اہلِ سنت کے خلاف دلائل حاصل کرتا ہوں، اور پھر یہ بھی دعویٰ کیا کہ ان کو یہ معلومات ایک اندر کے آدمی نے پورے وثوق کے ساتھ دی ہیں، اور یہ بھی دعویٰ کیا کہ اگر ان کی یہ معلومات ناقص ہیں، تو آخرت کا مؤاخذہ سامنے رکھ کر اس کی تردید کریں۔

حالانکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر ہم اس الزام واتہام کی تردید، یا اصل تحقیق پیش کر بھی دیں، تو ان صاحب نے کونسی ہماری تصدیق کرنی ہے، جبکہ ان صاحب کا حال یہ ہے کہ اس کے بغیر بھی

بدگمانیوں اور بدزبانیوں پر مشتمل عظیم لغویات، الزامات واتہامات قائم کردئے ہیں، اوروہ سنجیدگی ومتانت کے ساتھ علمی گفتگو کی نعمت سے کوسوں دور ہیں، اور شاید یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ محض الزامات واتہامات سے دوسرے کومرعوب، اور جمہور کے موقف کومغلوب کردیں گے، جوان کی غلط فہمی ہے۔

سابق مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جانبین سے سنجیدگی ومتانت ہو،تو مناظرہ کا فائدہ بھی ہے،مگر ہم تو متانت اختیار کریں،اور وہ گالیاں دیں،تو کیا کام بنے،ان کے جواب میں لغویات ہی ہوں،تو کام بنے (ملفوظات فقیہ الامت، جلد دوم، ص۳۳۶، دارالہدیٰ: اردوبازار، کراچی، اشاعت: ۲۰۰۵ء)

اس مفتری ومخرب صاحب کی حالت یہ ہے کہ وہ دوسرے کے پورے موضوع، اوراصل مقصود کونظر انداز کرکے صرف کسی ایک جزوی کمزوری کو پکڑ کراسے خوب اچھالتے ہیں، اور یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ دوسرے کی تمام باتیں غلط ہیں، لیکن ان شاءاللہ یہ اپنے مقصود میں علمی نکتہ نظر سے کامیاب نہیں ہوسکتے، چند کم علم لوگوں میں مصنوعی وعارضی شہرت کوئی کمال نہیں۔

اوراسی لئے اپنے بزرگوں کی ہدایات کی بناء پراب ان مفتری ومخرب کی تلبیسات ولغویات، اور الزامات واتہامات پر تفصیلی تبصرہ کوہم نے اہمیت دینا، اور بکواسات کومنہ لگانا چھوڑ دیا ہے، صرف اہم امور پرہی کلام پراکتفاء کیا جانے لگا ہے، اوراپنے وقت کودوسرے ضروری اور مفید کاموں، اور سمجھ بوجھ رکھنے والے لوگوں کے خطاب میں مشغول کرنے کوترجیح دی جانے لگی ہے۔

دوسرے ہمارے یہاں کتب وفتاویٰ وغیرہ حاصل کرنے کے لئے کوئی سنی آئے، یا غیرسنی آئے، اس سے فرق نہیں پڑتا، نہ ہی ہمیں کسی کے بارے میں تحقیق وتجسس کی ضرورت لاحق ہوتی۔

تیسرے الحمدللہ تعالیٰ ہمارا مبحوث فیہ مسئلہ کے بارے میں وہی موقف ہے، جس کوہم بیسیوں سال سے راجح سمجھتے ہیں، اوروہ جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ کا موقف ہے، جن میں جلیلُ القدر مجتہدین، محدثین، فقہائے کرام اورسلفِ صالحین شامل ہیں، جس کے دلائل وبراہین انتہائی مضبوط ومستحکم ہیں، اگرچہ چند اکابر وبزرگوں کا موقف اس کے موافق نہ ہو، اس سے فرق نہیں پڑتا، نہ ہی علم وتحقیق کے میدان میں ان کا اختلاف جمہور کے موقف، اوران کے دلائل میں کمزوری کا باعث بنتا۔

چوتھے ہمیں جمہور کے موقف کو ثابت کرنے، اور اس پر قائم رہنے کے لئے آج تک کسی سبائی ،یا رافضی کی مدد حاصل کرنے، یا اس مقصود کے لئے کسی کو اپنے یہاں مدعو کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی، کیونکہ یہ موقف، اور اس کے دلائل و براہین اہل السنۃ والجماعۃ کی ان مستند کتب میں موجود ہیں، جن تک ہمیں الحمد للہ تعالیٰ رسائی حاصل ہے، جس کے دلائل و براہین ہماری طرف سے فراہم کردئے گئے ہیں، اور ان صاحب کے ہم سایہ جذباتی اور کم علم حضرات، جو یہ پرزور دعویٰ کرتے ہیں کہ گویا کہ ہمارا موقف، اہلِ تشیع کی ناجائز وکالت اور بے جا دفاع پر مشتمل ہے، اور ہمارا موقف سلف جمہور کے برخلاف ایک زیرِ تعمیر اجتہاد پر مبنی ہے، یہ دعویٰ بدیہیُ البطلان ہے، جمہور سلف محققین کے مستند حوالہ جات وعبارات کی روشنی میں اس طرح کے بے بنیاد دعووں کی حقیقت آشکارا کرنے، اور اس مفتری و متہم طبقہ کی دلائل و براہین کے ذریعہ، سرکوبی کا مزید علمی و تحقیقی کام جاری ہے، یہ متشدد تکفیری طبقہ جتنا سر اٹھائے گا، اس کا اسی حیثیت سے ان شاء اللہ تعالیٰ، جہاتِ مختلفہ سے علمی و تحقیقی محاسبہ کیا جائے گا، جس سے یہ بات مزید روزِ روشن کی طرح واضح ہوجائے گی کہ مذکورہ طبقہ محض تعصب وضد میں اپنے ہی محققین اسلاف کے خلاف طعن و تشنیع میں مبتلاء ہے۔

پانچویں اگر بالفرض کوئی رافضی کسی حوالہ، یا علمی تبادلہ خیال کے لئے ہمارے یہاں خود سے آئے، تو ہمیں اپنے حق موقف پر قائم رہتے ہوئے، اس سے ملاقات وگفت وشنید سے انکار نہیں۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ''جمعیۃ العلماء، اور دیگر علمائے اہل السنۃ'' کے شیعوں کے ساتھ سیاسی جلسوں میں شرکت اور شیعہ رئیسوں کی مہمان داری قبول کرنے، اور ان کے ہاں ٹھہرنے اور، شیعہ اکابر کو جلسوں کا صدر بنانے، اور غرض سارا خلا ملا بالکل مسلمانوں کا سا رکھنے کے متعلق فرماتے ہیں:

> ''ایسے برتاوے میں تو میں بھی مبتلاء ہوں، میں اگر کہیں نہیں جاتا، سو وہ تو میرے پاس آتے ہیں، میں بھی برتاؤ مسلمانوں جیسا کرتا ہوں'' (حکیم الامت نقوش وتاثرات'' ص ۲۴۴، مقالہ نمبر، ۱۹۳۲ء کے مقالات، مطبوعہ: مکتبہ مدنیہ، لاہور)

اس طرح کے حوالہ جات بہت زیادہ ہیں، جو مذکورہ متشدد تکفیری طبقہ کے بزرگوں کے حوالہ سے ہی موجود ہیں، جن کا سلسلہ تا حال جاری ہے، اس لئے ہمیں اپنے دامن کی صفائی کے لئے مفترین

ومخربین کو مطمئن کرنے کی ضرورت نہیں۔

چھٹے ہم کس سے ملاقات، یا گفتگو کرتے ہیں، اور کس مقصد کے لئے کرتے ہیں؟ اس کے لئے اللہ اوراس کے رسول، اور اس کی شریعت کی طرف سے سندِ جواز کافی ہے، اس کے لئے ہمیں مذکورہ متشدد افتراء واتہام سازوں سے اجازت وسند حاصل کرنے کی ہرگز ہرگز ضرورت نہیں، ان کو اس سلسلہ میں اپنے حکم نامہ وسندِ اجازت کو اپنے یہاں تک ہی محدود رکھنا چاہیے، اور اپنی تحکمانہ خیالی پلاؤ خود تیار کر کے استعمال کرنی چاہیے۔

ساتویں اس طرح کے افتراء واتہام پردازوں کا کام ہی دوسروں کے ایمان اور ان کی عزت وآبرو سے کھلواڑ کرنا ہے، یہ جب چاہیں، جس پر چاہیں، اس طرح کی تہمتیں لگا دیتے ہیں، جو ان کے یہاں معمول کا مشغلہ ہے، اگر اسلامی حدود وتعزیرات نافذ ہوں، تو اسلام میں ایسے اتہام سازوں، وافتراء پردازوں کے لیے سخت تعزیر مقرر کی گئی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس طبقہ کا اصل مشغلہ ہی بدگمانی اور بدزبانی میں مبتلا ہونا ہے، اور وہ اس مقصد کے لیے کسی شرعی حد وانتہاء کا پابند نہیں، وہ جب چاہے، جس طرح چاہے، اور جس پر چاہے، اس طرح کی تہمتیں قائم کر دیتا ہے، اسی لیے ہم اس طبقہ کے غیر معتدل مسلک ومشرب سے علیٰحدگی اختیار کر چکے ہیں، اوراس طبقہ کو ہم اہلِ حق کے سلسلے سے وابستہ تسلیم نہیں کرتے، اگرچہ یہ طبقہ اپنی لاکھ نسبتیں اہلِ حق کی طرف کرے، اس سے فرق نہیں پڑتا۔

مقالات ومضامین مولانا شعیب احمد

لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہنے کی تعلیم

دینِ اسلام نے ہمیں اچھے اخلاق کا درس دیا ہے۔اچھے اخلاق کا اظہار تبھی ممکن ہے جب انسان دوسرے انسانوں کے ساتھ میل جول رکھے اور اپنے دوست احباب و متعلقین کے ساتھ گھل مل کر رہے۔ورنہ ایک انسان اگر تنہائی پسند ہو اور زیادہ تر اکیلے ہی وقت گزارتا ہو تو اس کے لیے حسنِ خلق کے حکم پر عمل کے مواقع بہت کم رہ جاتے ہیں۔اسی لیے حدیث میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ انسان کو دوسرے لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا چاہیے اور اپنے دوست احباب اور رشتہ داروں کے ساتھ گھل مل کر رہنا چاہیے۔چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

”الْمُؤْمِنُ الَّذِی يُخَالِطُ النَّاسَ، وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ، أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِی لَا يُخَالِطُ النَّاسَ، وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ“ (سنن ابنِ ماجه ، رقم الحديث : ۴۰۳۲ ، كتاب الفتن ، باب الصبر على البلاء)

”ایسا مومن جو لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہتا ہے اور اُن کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کرتا ہے، وہ زیادہ اجر پانے والا ہے بنسبت اس مومن کے جو لوگوں کے ساتھ گھل مل کر نہیں رہتا اور اُن کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر نہیں کرتا“ (ابنِ ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ میل جول رکھنے صورت میں دوسروں کی طرف ناگوار باتیں بھی پیش آسکتی ہیں، ایسے امور بھی دوسرے سے سرزد ہو سکتے ہیں جو ہمارے مزاج اور طبیعت کے خلاف ہوں گے۔مگر ایسے میں لوگوں کی طرف سے پیش آمدہ ناگوار امور پر صبر کر کے ان کے ساتھ میل جول رکھنا ثواب کا باعث ہے۔

خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ بھی یہی تھا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ میل جول رکھتے تھے اور ان کے ساتھ گھل مل کر رہا کرتے تھے۔حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے جب پوچھا کہ کیا آپ کو

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجالس میں بیٹھنے کا موقع ملتا تھا تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

”نَعَمْ كَثِيرًا، كَانَ لَا يَقُومُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ الصُّبْحَ، أَوِ الْغَدَاةَ، حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ، وَكَانُوا يَتَحَدَّثُونَ فَيَأْخُذُونَ فِي أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَيَضْحَكُونَ وَيَتَبَسَّمُ“ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ٢٨٦ ”٦٧٠“ كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل الجلوس فی مصلاه بعد الصبح)

”جی ہاں، بہت زیادہ موقع ملتا تھا۔آپ علیہ الصلاۃ والسلام صبح کی نماز پڑھنے کے بعد مصلے پر ہی بیٹھے رہتے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا۔ پس جب سورج طلوع ہو جاتا تو آپ اٹھ جاتے۔اور اس دوران صحابہ کرام بات چیت کیا کرتے تھے اور جاہلیت کے واقعات بھی سناتے تھے۔ پس وہ ہنستے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف تبسم فرماتے“ (مسلم)

یہی باقی انبیائے کرام کا بھی اسوہ اور طریقہ رہا ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہتے تھے اور یہی ایک مسلمان کا رویہ ہونا چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

”الْمُؤْمِنُ مَأْلَفٌ، وَلَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يَأْلَفُ، وَلَا يُؤْلَفُ“ (مسند احمد، رقم الحدیث: ٩١٩٨)

”مومن جائے اُلفت (یعنی قابلِ محبت) ہوتا ہے اور اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ تو خود کسی سے محبت کرتا ہے اور نہ اُس سے محبت کی جاتی ہے“ (مسند احمد)

ظاہر ہے کہ محبت اسی سے کی جائے گی جو دوسروں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہو اور ان سے اچھے اخلاق سے پیش آتا ہو۔

ہمارے معاشرہ میں بعض مذہبی لوگوں میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے کہ وہ عوام الناس سے گھل مل کر رہنے کی بجائے الگ تھلگ رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ جبکہ مذکورہ بالا احادیث کی رُو سے یہ پسندیدہ فعل نہیں۔ نیز لوگوں سے الگ تھلگ رہنے کی صورت میں خیر کے کلمات کہنے کے مواقع بھی میسر نہیں آتے، میل جول رکھنے سے دوسروں کو بھلائی کی نصیحت کرنا اور برائی سے روکنا بھی آسان ہو جاتا ہے۔

علم کے مینار (امت کے علماء وفقہاء: قسط26) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف

گزشتہ اقساط میں فقہ مالکی کا مختصر تعارف ومنہج، فقہی اصول، بنیادی مآ خذ، اوراس ضمن میں امام مالک رحمہ اللہ کی مختصر سوانح حیات، فقہی ذوق اور چند اصحاب وتلامذہ کا ذکر کیا گیا، جو کہ درحقیقت فقہ مالکی کے ناشر وترجمان تھے، ذیل میں آپ کے چند مزید اصحاب وتلامذہ کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

(3)......أشهب بن عبدالعزيز

''أشهب بن عبدالعزيز'' مشہور مالکی فقیہ، محدث اورامام مالک رحمہ اللہ کے کبار تلامذہ، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے معاصرین میں سے تھے، اصلی نام تو ''مسکین'' تھا، لیکن ''أشهب'' کے لقب سے زیادہ جانے گئے، مصر کے مفتی، اور مصر کے خراج وصول کرنے کے ذمہ دار تھے، صاحبِ ثروت ومنصب تھے۔

امام مالک رحمہ اللہ کے دوسرے اصحاب کی طرح مصر کے مشہور امام وفقیہ لیث بن سعد (متوفی: 175ھ) سے بھی علمی استفادہ کیا۔ اوران کے علاوہ دوسرے بڑے محدثین سے بھی آپ نے علمی فیض حاصل کیا۔

اپنے وقت کے بڑے امام ومفتی، حسنِ ظن وحسنِ رائے رکھنے والے تھے، خصوصاً فقہ وافتاء میں کافی عبور حاصل تھا، مصر میں اس وقت ان کا ہم پایہ ملنا مشکل تھا، اسی وجہ سے چند دیگر مالکیہ آپ کی رائے کو عبدالرحمٰن بن قاسم (متوفی: 191ہجری) کی رائے پر فوقیت دیتے تھے۔

کتبِ مالکیہ میں منقول میں ہے کہ آپ نے بھی امام مالک رحمہ اللہ کی روایات پر مشتمل ایک ''مدوّنة'' تالیف فرمائی، جس کا نام ''مدونة أشهب'' ہے، اوریہ سحنون بن سعید

www.idaraghufran.org

(متوفی:240ھ) کی تالیف کردہ مدونہ کے علاوہ ہے۔

تلامذہ

آپ کے اصحاب وتلامذہ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے،جن میں ’’حارث بن مسکین، بحر بن نصر، عبداللّٰہ بن عبدالحکم، محمد بن ابراھیم بن مواز، سحنون بن سعید، ھارون بن سعید‘‘ اورعبدالملک بن حبیب جیسے محدثین وفقہاء شامل ہیں۔

چنانچہ سحنون بن سعید کہا کرتے تھے کہ أشھب پراللہ کی رحمت ہو،ان سے سماعت میں ایک حرف بھی زائد نہیں ہوا۔

امام شافعی سے ملاقات

آپ کی امام شافعی رحمہ اللہ سے ملاقات اس وقت ہوئی، جب أشھب مصر آئے، کتبِ سیر میں آپ کا امام شافعی رحمہ اللہ سے کافی اختلاف منقول ہے،مگر پھر بھی امام شافعی آپ کی فقاہت کے قائل تھے۔

وفات

کہا جاتا ہے کہ جس سال امام شافعی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی، وہی سال یعنی 150ہجری ان کی ولادت کا بھی ہے،اور جس سال امام شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، چند دنوں کے بعد اُسی سال یعنی 204ہجری میں ان کا بھی انتقال ہوا۔ [1]

---

[1] أشھب بن عبد العزیز القیسی (ولد فی السنة التی ولد فیھا الشافعی وھی سنة 150ھـ، وتوفی سنة 204ھـ) بعد الشافعی بثمانیة عشر یوماً، تفقه علی مالک واللیث بن سعد، انتھت إلیه ریاسة الفقه بمصر عد ابن القاسم.

وله مدونة روی فیھا فقه مالک تسمی (مدونة أشھب) وھی غیر مدونة سحنون .قال عنه الشافعی: ما رأیت أفقه من أشھب (الفقه الاسلامی و أدلتهٔ، ج ۱، ص ۴۶ الی ۴۹، تحت العنوان: مقدمات، مقدمات ضروریة عن الفقه، المطلب الثانی، المذھب: مالک بن أنس)

ھو أشھب بن عبد العزیز بن داود، القیسی العامری الجعدی .فقیه الدیار المصریة فی عھده .کان صاحب الإمام مالک .قال الشافعی: ما أخرجت مصر أفقه من أشھب لولا طیش فیه .قیل: اسمه مسکین، وأشھب لقب له .مات بمصر (الموسوعة الفقھیة الکویتیة، ج ۱، ص ۳۴۱، تحت الترجمة: اشھب، 145......204ھ)

www.idaraghufran.org

(4)......ابنُ الماجشون

’’عبدالملک بن عبدالعزیز الماجشون ‘‘فقہ مالکی کے مشہور فقہاء اور مدینہ منورہ کے مفتیوں میں سے تھے،کنیت’’أبو مروان ‘‘اور لقب’’أبنُ الماجشون ‘‘ ہے،اور اسی نام سے اہلِ علم وفقہاء میں جانے جاتے ہیں،چنانچہ علمائے مالکیہ فرماتے ہیں کہ’’أبنُ الماجشون ‘‘فقیہ اور فصیحُ اللسان تھے،ان کے زمانے میں فتوے کا مدار انہی پر تھا،اور ان سے پہلے ان کے والد پر تھا،اور اسی وجہ سے’’فقیہ ابن فقیہ‘‘ کا لقب بھی آپ کو حاصل تھا۔

امام مالک رحمہ اللہ کے کبار تلامذہ میں شمار ہوتا ہے،ان کے علاوہ جن حضرات سے علمی فیض حاصل کیا،ان میں ان کے والد’’عبدالعزیز بن عبداللّٰہ بن ابی سلمۃ الماجشون ‘‘بھی شامل ہیں،جو کہ امام مالک کے ہم عصر،اور مدینہ منورہ میں ایک اپنا حلقۂ درس وافتاء رکھتے تھے۔

اہلِ خانہ تمام آفتاب است

شیخ عبدالعزیز الماجشون کا پورا گھرانہ علم وفضل اور صلاح وتقویٰ میں ممتاز تھا،خود ان کے چچا یعقوب بن ابی سلمۃ الماجشون بھی قابلِ ذکر افراد میں سے ہیں،اور خود عبدالعزیز الماجشون کے دو صاحبزادے اہلِ علم ہوئے ہیں،جن میں ماقبل میں ذکر کردہ عبدالملک یعنی ابنُ الماجشون تو اپنے وقت کے مسلم ادیب اور ممتاز صاحبِ علم وفضل سمجھے جاتے تھے،علم وفضل کے لحاظ سے ممتاز تھے،فقہ میں اپنے والد کے صحیح جانشین تھے،فقہ میں امام مالک سے تلمذ رکھتے تھے اور انہیں کے مسلک کے پابند تھے،اسی بنا پر مالکی شمار کیے جاتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ شیخ یعقوب کا ذکر کرتے ہوئے’’ماجشون‘‘ کی نسبت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ’’وهو الماجشون سمی بذلک هو وولده وکان فيهم رجال لهم فقه ورواية للحديث والعلم ‘‘کہ’’یعقوب ہی کو ماجشون کہا جاتا ہے،یہ اور ان کی اولاد سب اس نسبت سے پکارے جاتے ہیں،اور ان کے خانوادہ میں بہت سے محدث فقیہ اور عالم گذرے ہیں(تهذيب التهذيب، ج ۱۱، ص ۳۸۸، حرف الياء، من اسمه يعقوب)

www.idaraghufran.org

جبکہ امام بخاری و مسلم نے بھی عبدالعزیز الماجشون سے مروی احادیث کو روایت کیا ہے۔
اور بعض اہلِ علم فرماتے ہیں کہ "ماجشون" علمائے ربانیین اور فقہائے مصنفین میں سے ہیں۔

شیوخ و تلامذہ

آپ کے شیوخ واساتذہ میں امام مالک، آپ کے والد عبدالعزیز الماجشون، اور آپ کے ماموں یوسف بن یعقوب الماجشون، ابراهیم بن سعد، مسلم الزنج اور دیگر اہلِ علم ہیں۔

جبکہ آپ سے علمی فیض حاصل کرنے والوں میں مشہور فقیہ عبدالملک بن حبیب، ابو حفص، محمد بن یحییٰ، زبیر بن بکار، یعقوب الفسوی، اور دیگر حضرات شامل ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے موطأ کی تالیف شروع فرمانے والے آپ ہی تھے، جس میں انہوں نے امام مالک کی فقہی آراء کو احادیث کے بغیر جمع کرنا شروع کیا تھا، جس کو امام مالک نے پسند فرمایا، اور ان آراء کو آثار ومرویات کے ساتھ جمع کرنے کا اظہار فرمایا۔

آپ کی ان خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے اہلِ علم آپ کو "مفتی أهل المدينة" کے لقب سے پکارتے تھے، کتبِ احادیث میں بھی ان سے مروی روایات کا ذکر ملتا ہے، جبکہ فقہ وفتویٰ میں حتمی رائے کے لیے آپ کی طرف ہی رجوع کیا جاتا تھا، درحقیقت آپ کا پورا خاندان علم وفضل، اور فقہاء ومحدثین سے بھرپور تھا، جس کی ایک اپنی تفصیل ہے۔

آپ کی وفات 212 ہجری میں ہوئی اور ایک روایت کے مطابق 214 ہجری میں ہوئی۔ [1]

---

[1] أبو مروان، عبد الملك بن أبی سَلَمة الماجِشون (المتوفى عام 212هـ) كان مفتي المدينة زمانه. وقيل: إنه كتب (موطأ) قبل مالك (الفقه الاسلامى و أدلتهٔ، ج ١، ص ٤٦ الى ٤٩، تحت العنوان: مقدمات، مقدمات ضرورية عن الفقه، المطلب الثانى، المذهب: مالك بن أنس)

ابن الماجشون:

هو عبد الملك بن عبد العزيز بن عبد الله بن أبی سلمة الماجشون التيمي بالولاء. أصله من فارس. والماجشون لقب جده أبی سلمة. ومعنى الماجشون: المورد، أی ما خالط حمرته بياض، لقب بذلك لحمرة فی وجهه. كان عبد الملك فقيها مالكيا فصيحا، دارت عليه الفتيا فی أيامه بالمدينة. أثنى عليه ابن حبيب، وكان يرفعه على أكثر أصحاب مالك. وكان ضريرا، أو عمی فی آخر عمره (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١، ص ٣٣٣، تحت الترجمة: ابن الماجشون. م 212هـ)

تذکرۂ اولیاء　حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط77)　مولانا محمد ریحان

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ریاستی گورنروں کی تقرری (قسط4)

گورنر بنانے سے پہلے مشورہ:

اسلام میں خلافت وحکومت میں شوریٰ جزوِ لاینفک ہے۔ جب بھی کوئی گورنر یا حاکم اپنی مرضی سے اور بنا مشورہ کے سلطنت کے کاموں کو کرنے لگتا ہے، تو اپنے ہی ہاتھوں سے وہ اس عوام اور سلطنت کی تاریخ سیاہ کر رہا ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اندر یہ بھی خاصیت تھی کہ وہ جب بھی کسی کو گورنری کے عہدے پر مامور کرنے کا ارادہ کرتے تھے تو بڑے اور کبار صحابہ سے اس کے بارے میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ مجھے ایسے شخص کے بارے میں بتلاؤ کہ جب وہ قوم کا امیر ہو تو وہ امیر نہ لگے، اور اگر وہ امیر نہ ہو، تو وہ امیر محسوس ہوتا ہو۔ اس پر آپ کے اصحاب نے ربیع بن زیاد کی طرف اشارہ کیا۔ [1]

ایک اور مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ کون اہلِ کوفہ اور ان کی گورنروں کے ساتھ بدسلوکیوں سے مجھے بچائے گا؟ اگر میں ان پر درگزر کرنے والے کو امیر بناتا ہوں تو وہ اس کو کمزور سمجھتے ہیں، اور اگر میں ان پر طاقتور کو امیر بناؤں تو وہ اس کے خلاف غلط قسم کی گفتگو کرتے ہیں۔ پھر آپ نے کہا کہ اے لوگوں! تمہارا ایسے کمزور شخص کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جو کمزور تو ہو، مگر متقی اور پرہیزگار مسلمان ہو، اور دوسرا طاقتور اور سخت ہو، تو ان دونوں میں سے کون سا شخص گورنری کے لیے زیادہ موزوں ہے؟

اس پر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! بے شک کمزور شخص کا اسلام

[1] فقد قال رضی اللہ عنہ لأصحابه یوماً: دلونی علی رجل إذا کان فی القوم أمیراً فکأنه لیس بأمیر، وإذا لم یکن بأمیر فکأنه أمیر، فأشاروا إلی الربیع بن زیاد(فصل الخطاب فی سیرۃ ابن الخطاب ص ۳۲۵ الفصل الخامس،المبحث الثانی)

www.idaraghufran.org

تو اس کی اپنی ذات کے لیے ہے،اوراس کی کمزوری کا خمیازہ آپ کو اور مسلمانوں کو بھگتنا پڑے گا۔اورسخت وطاقتورشخص کی سختی اس کی اپنی ذات کے لیے ہےاوراس کی طاقت آپ کے لیےاور مسلمانوں کے لیے ہے۔تو اس بارے میں میری رائے طاقتورسخت شخص کے لیے ہے۔

اس پرحضرت عمررضی اللہ عنہ نے ان کی تصدیق کی اورانہیں کوفہ کا گورنر بنادیا۔اورپھرانہیں کہا کہ دیکھو آپ ایسے رہنا کہ جس سے نیک لوگ امان میں رہیں،اور بے ہودہ گو اور فاجر خوف کھائیں،اس پرحضرت مغیرہ نے کہا کہ ایسا ہی ہوگا،اے امیرالمؤمنین۔ [1]

گورنروں کا امتحان:

حضرت عمررضی اللہ عنہ کسی بھی گورنرکومقررکرنے سے پہلےاس کا امتحان بھی لیا کرتے تھے،اور یہ اس طرح کا امتحان نہیں ہوتا تھا،جس طرح آج کے دور میں کسی بھی پوسٹ کے لیے اپلائی کرنے والوں کی درخواستوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے،اور کمرۂ امتحان میں بیٹھ کر سارے رسمی طور پرتحریری یا زبانی امتحان دیتے ہیں، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کا امتحان غیررسمی ہوتا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کو جب بھی کسی شخص کا امتحان مطلوب ہوتا تھا،تو آپ رضی اللہ عنہ اس کو اپنے پاس روک لیا کرتے تھے،اوراس کے معاملات کا جائزہ لیتے تھے،جس سے اس کو اس بات کا بھی علم نہیں ہوتا تھا کہ اس کا امتحان ہورہا ہے،اوراس کا امتحان بھی ہوجاتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت احنف بن قیس حضرت عمررضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے،تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت احنف کو اپنے پاس روک لیا،اورحضرت احنف رضی اللہ عنہ ایک سال تک آپ

[1] ثم ان عمر رضی الله عنه استشار الناس،وقال: من يعذرنی من اهل الكوفة ومن تجنيهم علی أمرائهم،ان استعملت عليهم عفيفا استعضفوه.وان استعملت عليهم قويا فجروه،ثم قال: أيها الناس،ما تقولون فی رجل ضعيف غير أنه مسلم تقی وآخرقوی مشدد أيهما أصلح للامارة؟فتكلم المغيرة بن شعبة،فقال: يا اميرالمؤمنين ان الضعيف المسلم اسلامه لنفسه وضعفه عليک وعلی المسلمين،والقوی المشدد فشداده علی نفسه وقوته لک وللمسلمين فأعمل فی ذلک رأيک،فقال عمر : صدقت يا مغيرة،ثم ولاه الكوفة،وقال له:انظر ان تكون ممن يأمنه الأبرار ويخافه الفجار،فقال المغيرة:افعل ذلک يا امير المومنين،واتجه المغيرة بعد ذلک الی ولايته وأخذ يقوم بأعبائها.واثناء ولايته للكوفة.(الولاية علی البلدان ص ١٧٢ الولاية فی عصر عمر بن الخطاب)

www.idaraghufran.org

رضی اللہ کے پاس ٹھہرے رہے۔

ایک سال بعد حضرت عمر رضی اللہ نے حضرت احنف سے کہا کہ میں نے آپ کا امتحان لیا ہے، مجھے آپ کا ظاہر تو اچھا معلوم ہوا ہے، اور مجھے امید ہے کہ آپ کا باطن بھی آپ کے ظاہر کی طرح ہی ہوگا۔ [1]

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کو یہ نصیحت کی کہ اے احنف! جو زیادہ ہنستا ہے، اس کا رعب کم ہوجاتا ہے، اور جو ہنسی مذاق کرتا ہے، اس کی وقعت کم ہوجاتی ہے، اور جو کوئی کام زیادہ کرتا ہے، اسی سے وہ معروف ہوجاتا ہے۔ اور جو زیادہ بولتا ہے، اس سے زیادہ لغزش ہوجاتی ہے، اور جس سے لغزش زیادہ ہوتی ہے، اس کی حیاء اور تقویٰ کم جاتا ہے، اور جس کا ورع وتقویٰ کم ہوجائے، اس کا دل مردہ ہوجاتا ہے۔ [2]

[1] عن الأحنف بن قيس، قال قدمت على عمر بن الخطاب فاحتبسني عنده حولا، فقال: يا أحنف اني قد بلوتک وخبرتک فرأيت علانيتک حسنة، وأنا ارجو ان تكون سريرتک على مثل علانيتک، وانا كنا نتحدث انما يهلک هذه الامة كل منافق عليم (مناقب امير المؤمنين عمر بن الخطاب لابن الجوزى ص ۱۹۴ الباب الحادى والأربعون: فى ذكر ملاحظته لعماله ووصيته اياهم)

رواه جعفر بن محمد الفريابى فى صفة النفاق وذم المنافقين) 27(عن عبد الأعلى بنحماد النرسي به، ورواه من طريقه: ابن عساكر فى تاريخ دمشق 310 / 24، وابن العديم فى بغية الطلب 1304 /3، ورواه ابن سعد فى الطبقات الكبرى 94 /7، وعبد الله بن أحمد فى زوائد الزهد) 1300(بإسنادهما عن على بن زيد به، وعلى بن زيد هو ابن جدعان، وهو ضعيف الحديث يصلح حديثه للاعتبار (حاشية مناقب امير المؤمنين عمر بن الخطاب لابن الجوزى)

كان عمر رضى الله عنه يختبر عماله قبل أن يوليهم، وقد يطول هذا الاختبار كما يوضحه الأحنف بن قيس حين قال: قدمت على عمر ابن الخطاب رضوان الله عليه، فاحتبسني عنده حولاً فقال يا أحنف قد بلوتک وخبرتک فرأيت أن علانيتک حسنة وأنا أرجو أن تكون سريرتک مثل علانيتک وأنّا كنا نتحدث إنما يهلک هذه الأمة كل منافق عليم، ثم قال له عمر أتدرى لم احتبستک وبين له أنه أراد اختباره ثم ولاه (فصل الخطاب فى سيرة ابن الخطاب ص ۳۲۶ الفصل الخامس، المبحث الثانى)

[2] ومن نصائح عمر للأحنف: يا أحنف، من كثر ضحكه قلتْ هيبته، ومن مزح استخف به، ومن أكثر من شيء عُرف به، ومن كثر كلامه كثر سقطه ومن كثر سقطه قل حياؤه، ومن قلَّ حياؤه قل ورعه، ومن قل ورعه مات قلبه (فصل الخطاب فى سيرة ابن الخطاب ص ۳۲۶ الفصل الخامس، المبحث الثانى)

www.idaraghufran.org

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

کیا خدا موجود ہے؟

پیارے بچو! ایک آدمی تھا۔اس کے بال بڑے ہوگئے تھے۔اس کی داڑھی بھی بہت بڑی ہوگئی تھی۔اس نے سوچا کہ نائی کے پاس جایا جائے،اور بال کٹوائے جائیں۔یہ سوچتے ہوئے وہ گھر سے نکلا،اور قریب بازار میں ایک نائی کی دکان پر چلا گیا۔

نائی کی دکان میں داخل ہونے کے بعد کچھ دیر وہ بیٹھا اپنی باری کا انتظار کرتا رہا۔پھر جب اس کی باری آگئی،تو وہ جا کر بال کٹوانے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔پہلے تو نائی نے اس کے آگے ایک گول کپڑا اس کی گردن کے گرد گھما کر باندھ دیا۔پھر نائی نے اپنے دائیں ہاتھ سے قینچی اس طرح پکڑی کہ اس کے ہاتھ کا انگوٹھا قینچی کے ایک گول سوراخ میں تھا،اور ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی قینچی کے دوسرے سوراخ میں تھی۔

پھر دوسرے ہاتھ میں نائی نے ایک کنگھی پکڑی اور اس بندے کے بال کاٹنا شروع کر دیئے۔بال کاٹتے کاٹتے بندے کی اور نائی کی اچھی بات چیت ہوگئی۔

اچانک ہی دونوں کے درمیان اللہ کے ہونے یا نہ ہونے کی بحث چھڑ گئی۔نائی نے کہا:

”دیکھو بھائی! میرا خیال نہیں کہ خدا کا موجود ہے،جیسے آپ کہتے ہو۔“

اس بندے نے جواب دیا:”آپ ایسا کیوں سوچتے ہو؟“

نائی نے جواب دیتے ہوئے کہا:

”اس کا جواب تو بہت ہی آسان ہے۔آپ باہر جاؤ،اور باہر جا کر دیکھو اور محسوس کرو کہ خدا موجود نہیں ہے۔آپ خود ہی بتاؤ،اگر خدا موجود ہوتا،تو یہاں اتنے سارے لوگ بیمار ہوتے؟ کیا اتنے سارے بچے معذور ہوتے؟ اگر خدا موجود ہوتا،تو یہاں کسی قسم کا کوئی درد اور تکلیف نہ ہوتی۔“

وہ بندہ ایک لمحہ کے لیے رک گیا،اس نے کچھ سوچنا شروع کر دیا،اور ابھی کوئی جواب دینا مناسب

نہ سمجھا۔

نائی چپ چاپ اس کے بال کاٹتا رہا،اور جب وہ اس کے بال کاٹ کر فارغ ہوگیا،تو اس نے ایک برش سے اس کے سر،منہ اور گردن پر لگے بالوں کو اچھی طرح صاف کیا۔بالوں کی صفائی کے وقت منہ پر برش پڑتے ہوئے،اس بندے کو بہت عجیب سا محسوس ہورہا تھا،اور اسی وجہ سے وہ اپنی آنکھیں زور سے بند کیے ہوئے تھا۔اس کے بعد نائی نے اس کے اوپر سے کپڑا اتارا۔پھر وہ بندہ پیسے دے کر باہر چلا گیا۔

جیسے ہی وہ نائی کی دکان سے باہر نکلا،تو اس نے روڈ پر ایک آدمی کو دیکھا۔اس آدمی کے لمبے لمبے بال تھے،وہ میلا کچیلا تھا،اس کی داڑھی بھی اتنی لمبی اور میلی تھی کہ اس کی داڑھی میں گنٹھیاں پڑی ہوئی تھیں۔ایسا دکھائی دیتا تھا کہ سالوں بیت گئے،اور اس نے اپنے بال نہ کٹوائے ہوں۔

پھر وہ بندہ دوبارہ نائی کی دکان میں آیا،اور اس نے نائی سے کہا:”پتا ہے،نائی کا کوئی وجود نہیں ہے۔“

”تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ نائی کا کوئی وجود نہیں؟ میں یہاں تمہارے سامنے موجود ہوں۔“نائی نے جلدی سے جواب دیا۔

”نہیں۔نائی موجود نہیں،کیونکہ اگر نائی موجود ہوتے،تو اس دنیا میں کوئی بھی ایسا بندہ موجود نہ ہوتا،جس کے بالوں کی سیٹنگ نہ ہوئی ہو،بالکل اس آدمی کی طرح جو روڈ پر جارہا تھا۔“اس بندے نے آرام سے جواب دیا۔

نائی نے جواب دیا:”نائی تو موجود ہیں،کیا ہے کہ کچھ لوگ نائیوں کے پاس نہیں آتے۔“

”بالکل“بندے نے اس کے جواب کی تصدیق کرتے ہوئے کہا۔”یہی تو بات ہے کہ خدا موجود ہے،مگر لوگ اس کے پاس نہیں جاتے،اور اس کی تلاش نہیں کرتے،اسی وجہ سے دنیا میں بہت زیادہ دکھ اور تکلیفیں ہیں۔

پیارے بچو!اگر آپ اپنے اردگرد چیزوں کو دیکھو،اور غور وفکر کرو تو آپ کو اس بات کا یقین ہوجائے گا کہ ہمیں پیدا کرنے والی ذات ہے،اور اسی کے سامنے ہمیں جواب بھی دینا ہے۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط 65) مفتی طلحہ مدثر

ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات (دوسرا حصہ)

معزز خواتین! مرد اور عورت کی ساخت، خوبیوں اور صفات کی بنیاد پر شریعت کی طرف سے ان کو ایک ہی طرح کی ذمہ داری کا پابند نہیں کیا گیا، جس کی کچھ تفصیل پہلے بیان کردی گئی ہے، اسی سے متعلق مزید تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہترین رول ماڈل

معزز خواتین! اس روئے کائنات میں اگر ہم کوئی آئڈیل، مثالی اور ہر نقص سے پاک زندگی کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں، تو وہ ہمارے آقا نبی علی الصلاۃ والسلام کے علاوہ اور کوئی نہیں، ہر شخص کی زندگی میں کمی کوتاہی، کا امکان ہے، ہر شخص کی رائے سے اختلاف کی گنجائش ہے، لیکن ہمارے آقا کا در ایسا ہے، جہاں کا ہر حکم سر آنکھوں پر رکھنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے، بلکہ اس در کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرلینا ایمان کی بلندیوں میں سے ہے،

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب، رقم الآیۃ ۲۱)

ترجمہ: یقیناً تم لوگوں کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے۔(احزاب)

یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، کہ رسول اللہ کی زندگی تمہارے لئے نمونہ ہے، لیکن اس آیت کا اگلا جملہ بہت معنیٰ خیز ہے، کہ یہ نمونہ نظر کس کو آئے گا، کون اس زندگی کو اپنے لئے آئڈیل سمجھے گا، کون اس زندگی میں لاجک (logic) تلاش کرنے کے بجائے دیوانہ وار اس پر عمل کرتا جائے گا، تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں دیا

لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (الاحزاب ٢١)

ترجمہ: ہراس شخص کے لئے جو اللہ سے ملاقات اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہو، اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرتا ہو۔(احزاب)

اللہ تعالیٰ نے خود یہ فرق بیان کردیا، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی عمدہ نمونہ ہے، لیکن اس نمونہ کو دیکھنے کے لئے جو آنکھ چاہیے، وہ ایسے دل کی آنکھ ہونی چاہیے، جس میں اللہ کی یاد ہو، آخرت کے دن اللہ کے سامنے حاضری کا احساس ہو، جو دل ان خوبیوں کا حامل نہیں ہے، وہ دل اس قابل نہیں ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کو نمونہ نظر آئے۔اس کی مثال ایسے نابینا شخص کی طرح ہے، جو مناظر کے بھرپور دل کش ہونے کے باوجود اس کی دل کشی اور خوبصورتی کا مشاہدہ کرنے پر قادر نہیں ہے، جس میں قصور مناظر کا نہیں، بلکہ اس کی بینائی کا ہے،اسی طرح جو دل اللہ کی یاد اور آخرت کے دن سے غافل اور بے پرواہوگا، اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ نظر نہیں آئے گا۔

حضرت فاطمہ کے گھر کی تقسیم

جب بھی معاشی آزادی کی بات کی جاتی ہے، تو عموماً ان خواتین کو بہت تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے، جن کی ساری توجہ اولاد کی پرورش اور گھر کے انتظام کی طرف ہوتی ہے، اور وہ اپنی ساری صلاحتیں امورِ خانہ داری میں صرف کررہی ہوتی ہیں، ایسی خواتین پر جملے کسے جاتے ہیں، ان کو یہ باور کرایا جاتا ہے، کہ آپ قید میں ہیں، آپ کی زندگی کا مقصد بس گھر کا جھاڑو پوچھا کرنا ہے، یہ کوئی زندگی ہے کہ بچے پیدا کرو، ان کو پال پوس کر بڑا کرو، یہ تو آزادی کے خلاف ہے، وغیرہ وغیرہ۔

معزز خواتین! اس بارے میں غور کرنا چاہیے، جو خواتین آج موجود ہیں، یہ کوئی انوکھی قسم اور نوعیت کی نہیں ہیں، آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد سے ہی عورت کا وجود پایا جاتا ہے، اور یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ازواج تھی، بیٹیاں تھیں، تو آیا انہوں نے زندگی کیسے گزاری کیا وہ بھی گھر کے کام کاج ایسے ہی کرتی تھیں، اور کرتی تھیں تو پھر یہ چیز آپ کے لیے ظلم کیسے ہوگئیں، چنانچہ بحیثیت

مسلمان تمام امت کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک روحانی والد کی طرح ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ جو تمام مسلمانوں کے لئے قابلِ احترام ہیں، جنت کی عورتوں کی سردار ہیں، ان کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فیصلہ فرمایا؟، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی اہلیہ کے درمیان کاموں کی تقسیم کس طور پر کی، اس میں ہمارے لئے نمونہ ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ خود اپنی اہلیہ کے کام کرنے کے حوالے سے یہ الفاظ ذکر کر رہے ہیں:

وكانت عندِي فجرَّتْ بالرَّحي حتى أَثَّرتْ بيدِها، واستقَت بالقِربةِ حتى أثرتْ في نحرِها، وقمَّتِ البيتَ حتى اغبرَّتْ ثيابُها، وأوقَدَتِ القِدْرَ حتى دَكِنَتْ ثيابُها، وأصابَها مِن ذلك ضُرٌّ

(سنن ابی داود ،ابواب النوم ، باب التسبيح عند النوم ،رقم الحديث ٥٠٦٣)

ترجمہ: حضرت فاطمہ میرے نکاح میں تھیں، تو وہ چکّی چلایا کرتی تھیں، یہاں تک ان کہ ہاتھ میں گٹے پڑ گئے تھے، اور مشکیزے میں پانی لاتی تھیں، یہاں تک کے ان کے گلے میں نشان پڑ گئے تھے، وہ گھر کی جھاڑو دیتی تھیں، یہاں تک کہ ان کے کپڑے گرد آلود ہو جاتے تھے، اور وہ چولہا جلایا کرتی تھیں، یہاں تک کہ ان کے کپڑے سیاہ ہو گئے تھے، اور ان کو اس سے مشقت اور تکلیف ہوتی تھی (ابوداؤد)

یہ الفاظ کسی باہر کے فرد کے نہیں ہیں، بلکہ خود اپنے شوہر کی شہادت ہے، اور نہ یہ کسی عام خاتون کا ذکر ہو رہا ہے، یہ تمام خواتین کی سردار کا ذکر ہے، یہ وہ خاتون ہیں، جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جو چیز اس کو تکلیف پہنچائی گی، وہ مجھے میں تکلیف پہنچائی گی‘‘، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے شدید محبت تھی، اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی حضرت علی سے یہ نہیں فرمایا: کہ تم نے میری بیٹی کو کس چولہے چوکے، جھاڑو پوچھے میں لگا رکھا ہے، وہ معاشرے میں کیا کچھ کر سکتی تھی، تمہیں اتنا کچھ کما کر دے سکتی تھی، تم نے اس کی صلاحیتیں ضائع کر دی ہیں، وغیرہ وغیرہ، جو کچھ آج گھریلو خواتین کو سننے کو ملتا ہے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ظلم نہیں سمجھا، بلکہ حضرت فاطمہ کو یہ کام کرنے سے منع بھی نہیں فرمایا، اب ہم خود دیکھ لیں، اس کا فیصلہ خواتین کو خود کر لینا چاہیے کہ ہمیں کن خواتین کی اتباع کر کے جنت مل سکتی ہے؟

ماہِ رمضان کی مغفرت کا سامان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَیْہِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ یُّغْفَرَلَہٗ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَکَ عِنْدَہٗ اَبَوَاہُ الْکِبَرَ فَلَمْ یُدْخِلَاہُ اَلْجَنَّۃَ (ترمذی، رقم الحدیث 3545)

ترجمہ: ذلیل وخوار ہو وہ شخص جس کے سامنے میرا نام لیا گیا، اور پھر اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔ اور ذلیل وخوار ہو وہ شخص جس کو رمضان کے مہینہ کی نعمت حاصل ہوئی اور رمضان گزر بھی گیا، مگر اس نے اپنی مغفرت کا سامان نہیں کیا۔ اور ذلیل وخوار ہو وہ شخص جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، لیکن وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں (ترمذی)

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آنے پر، آپ پر درود بھیجنا ہر مسلمان پر ضروری ہے، اور اس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ جب بھی آپ کا نام مبارک لیا جائے تو ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کے الفاظ کے ساتھ آپ پر درود بھیج دیا جائے۔ اور جو شخص رمضان المبارک کا مہینہ پائے، مگر اس کی قدر نہ کرے، اور اس کو غفلت میں گزار دے، تو ایسے شخص کے متعلق مذکورہ سخت وعید فرمائی گئی ہے۔ اور اسی طرح جو شخص بوڑھے والدین کو پائے، اور ان کی خدمت وغیرہ نہ کر کے، خود کو جنت میں داخل نہ کرا سکے، تو ایسا شخص بھی مذکورہ وعید کا حامل ہے۔

www.idaraghufran.org

بغض وعداوت اور کینہ، ایمان ودین دونوں کو کھوکھلا کر دیتی ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ حَتّٰی تُسْلِمُوْا، وَلَا تُسْلِمُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا، وأَفْشُوا السَّلَام تَحَابُّوْا، وإِيَّاكُمْ والْبُغْضَةَ، فَإِنَّهَا هِيَ الْحَالِقَةُ لَا أَقُوْلُ لَكُمْ تَحْلِقُ الشَّعَرَ، وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم جنت میں داخل نہیں ہوگے، یہاں تک کہ تم مسلمان نہ ہوجاؤ، اور تم مسلمان نہیں ہوگے، یہاں تک کہ آپس میں محبت نہ کرو، اور تم سلام کو عام کرو، جس سے تمہارے درمیان محبت ہوگی، اور بغض سے بچو، کیونکہ یہ مونڈنے والی چیز ہے، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈتی ہے، بلکہ یہ دین کو مونڈتی ہے (الادب المفرد للبخاری، حدیث260)

معلوم ہوا کہ بغض دنیا اور آخرت کے اعتبار سے تباہ کُن چیز ہے، اور جس فرد یا قوم میں یہ مرض پیدا ہوجاتا ہے، اس کی دنیا وآخرت کی تباہی وبربادی کا باعث بنتا ہے، خلاصہ یہ کہ کسی مسلمان کی طرف سے دل میں کینہ اور بُغض نہیں رکھنا چاہئے اور اگر کسی سے قصور ہوگیا ہو تو اُس کا قصور معاف کردینا چاہئے اور اُس سے میل جول اور سلام وکلام شروع کردینا چاہئے، آج کل کینہ اور بُغض وعداوت عام ہے، اور رمضان المبارک کی آمد سے پہلے ہی اس قسم کے گناہوں سے معافی تلافی کرالینی چاہئے، تاکہ رمضان المبارک کی برکات وثمرات پوری طرح حاصل ہوسکیں۔

رمضان المبارک کی نمایاں خصوصیات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:قَدْ جَاءَ کُمْ رَمَضَانُ، شَھْرٌ مُبَارَکٌ، اِفْتَرَضَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ صِیَامَہُ، تُفَتَّحُ فِیْہِ أَبْوَابُ الْجَنَّۃِ، وَتُغَلَّقُ فِیْہِ أَبْوَابُ الْجَحِیْمِ، وَتُغَلُّ فِیْہِ الشَّیَاطِیْنُ، فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَھْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَیْرَھَا، فَقَدْ حُرِمَ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس رمضان کا بابرکت مہینہ آچکا ہے،اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے ہیں،اس مہینہ میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور جہنّم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں،اوراس مہینہ میں شیاطین کوقید کردیا جاتا ہے،اس مہینہ میں ایک رات (یعنی لیلۃ القدر) ایسی ہے جو کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس رات کی خیر (کو حاصل کرنے) سے محروم ہوگیا،تووہ پورا محروم ہے (مسند احمد،7148)

اس حدیث سے رمضان کے مہینے کی یہ خصوصیت معلوم ہوئی کہ اس مہینے میں جنت کے تمام دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں،اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کی بارش برستی ہے،اورجہنم کےتمام دروازے بند کردیئے جاتے ہیں،اورشیاطین کوقید کردیا جاتا ہے،لہٰذااس بابرکت اور بارحمت مہینےاوراس کے ہرلمحہ کی قدر کرنی چاہئے،اورلیلۃ القدرکوحاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

غیبت، جھوٹ اور دوسرے گناہ روزے کو ضائع کردیتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی بات اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے، تو اللہ تعالیٰ کو اس کا کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں

(بخاری، حدیث1903)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

ترجمہ: خبردار کہ روزہ صرف کھانے اور پینے سے بچنے کا نام نہیں، بلکہ جھوٹ، باطل اور لغو باتوں سے بچنا بھی ضروری ہے (شعب الایمان، حدیث3372)

مطلب یہ ہے کہ روزہ میں صرف کھانے اور پینے سے بچنے ہی کا اہتمام کافی نہیں، بلکہ جھوٹ، باطل اور لغو باتوں سے بچنا بھی ضروری ہے، اور جو شخص روزہ رکھ کر گناہ کے کام خاص کر زبان کے گناہ مثلاً جھوٹ، غیبت، بہتان، تہمت، گالی گلوچ، لعن طعن، جھوٹی گواہی اور قسم وغیرہ نہ چھوڑے، تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی طرف زیادہ توجہ نہیں ہوتی، اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے روزہ کو شرفِ قبولیت عطا نہیں فرماتے، کیونکہ اس قسم کی چیزیں تو روزہ کے علاوہ بھی گناہ ہیں، اور روزہ رکھ کر گناہوں سے بچنا اور زیادہ ضروری ہے۔

آپ کے دینی مسائل کا حل — ادارہ

تکفیر بازی و مغالطاتِ سلفی کا جائزہ (قسط6)

اور اہلِ سنت ''اشاعرہ'' کے عظیم ترجمان امام فخر الدین رازی (المتوفٰی: 606ھ) نے علمِ کلام سے متعلق اپنی تالیف ''نهایةُ العقول فی درایة الاصول'' میں نہ صرف یہ کہ روافض کی عدمِ تکفیر کا حکم لگایا ہے، اسی کے ساتھ انہوں نے روافض کی تکفیر کرنے والوں کے دلائل کی تردید بھی فرمائی ہے، اس کی باحوالہ تفصیل ہم نے ''اہلِ تشیع کی تحقیق وتکفیر'' میں نقل کردی ہے۔

مگر عبدالجبار سلفی صاحب کو، ان اسلاف متکلمین اہلُ السنۃ سے کیا سروکار، وہ تو کسی بھی خلف کی ایک عبارت کو پکڑ کر پنساری بننے اور خوب مسالے لگانے کا کردار ادا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

اور امام رازی اپنی تالیف ''اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین'' میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں، خوارج، روافض، کرامیہ، جبریہ، مرجئہ وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

سؤال فإن قيل إن هذه الطوائف التى عددتهم أكثر من ثلث وسبعين ورسول الله صلى الله عليه وسلم لم يخبر بأكثر فكيف ينبغى أن يعتقد فى ذلک. والجواب عن هذا أنه يجوز أن يكون مراده عمن ذكر الفرق الفرق الكبار وما عددنا من الفرق ليست من الفرق العظيمة وأيضا فإنه أخبر أنهم يكونون على ثلث وسبعين فرقة لم يجز أن يكونوا أقل وأما إن كانت أكثر فلا يضر ذلک كيف ولم نذكر فى هذا المختصر كثيرا من الفرق المشهورة ولو ذكرناها كلها مستقصاة لجاز أن يكون اضعاف ما ذكرنا بل ربما وجد فى فرقة واحدة من فرق الروافض وهم الإمامية ثلاث وسبعون فرقة. ولما أشرنا الى بعض الفرق الإسلامية فلنشر الى بعض الفرق الخارجية عن الإسلام (اعتقادات فرق المسلمين والمشركين للرازى، ص ۷۴، ۷۵، ذكر بعض فرق الأسلامية)

ترجمہ: سوال، اگر کہا جائے کہ یہ جماعتیں، جن کی تعداد تم نے ذکر کی، یہ تو تہتر (73) سے بھی زیادہ ہیں، اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تہتر (73) سے زیادہ کی خبر نہیں دی، پس اس کا اعتقاد رکھنا کیسے جائز ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان فرقوں سے مراد، جن کا آپ نے ذکر فرمایا بڑے فرقے

www.idaraghufran.org

ہوں، اور ہم نے جن فرقوں کا ذکر کیا، وہ بڑے فرقے نہیں ہیں، علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ وہ تہتر (73) فرقے ہوں گے، لہٰذا یہ بات جائز نہیں کہ وہ تہتر (73) سے کم ہوں، لیکن اگر وہ تہتر (73) سے زیادہ ہوں، تو اس میں کوئی ضرر نہیں، اور یہ بات کیسے درست نہیں ہوسکتی، جب کہ ہم نے اس مختصر کتاب میں بہت سے مشہور فرقوں کا ذکر نہیں کیا، اور اگر ہم ان تمام کا احاطہ کرکے ذکر کرتے، تو ممکن تھا کہ ہم نے جتنے فرقے ذکر کیے، ان سے دوگنے ہوجاتے، بلکہ بعض اوقات روافض کے ایک فرقہ، یعنی امامیہ میں تہتر (73) فرقے ہوجاتے ہیں۔ اور جب ہم نے بعض اسلامی فرقوں کی طرف اشارہ کردیا، تو اس کے بعد ہم بعض ان فرقوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جو اسلام سے خارج ہیں (اعتقادات فرق المسلمين)

مذکورہ عبارت میں روافض سے ''امامیہ'' مراد ہونے اور ان کے بہت زیادہ فرقے ہونے، اور آخر میں ان فرقوں کے، اسلامی فرقے ہونے کی تصریح موجود ہے۔ شاید سلفی صاحب اور ان کے ہم نواؤں کو یہ بھی شیعہ وروافض کی بے جا وکالت محسوس ہو، لیکن وہ اس کا برملا اظہار کرنے کی ہمت وجرأت کرنے کے بجائے بے جا تاویلات میں ہی عافیت محسوس کریں گے۔

اور محمد بن عبدالکریم شہرستانی (المتوفی:548ھ) ''الملل والنحل'' میں فرماتے ہیں:

ثم إن الإمامية لم يثبتوا فى تعيين الأئمة بعد :الحسن، والحسين، وعلى بن الحسين رضى الله عنهم على رأى واحد، بل اختلافاتهم أكثر من اختلافات الفرق كلها، حتى قال بعضهم :إن نيفا وسبعين فرق من الفرق المذكورة فى الخبر هو فى الشيعة خاصة، ومن عداهم فهم خارجون عن الأمة .وهم متفقون فى الإمامة وسوقها إلى جعفر بن محمد الصادق رضى الله عنه، ومختلفون فى المنصوص عليه بعده من أولاده، إذ كانت له خمسة أولاد، وقيل ستة :محمد، وإسحاق، وعبد الله، وموسى، وإسماعيل .وعلى .ومن ادعى منهم النص والتعيين :محمد، وعبد الله، وموسى، وإسماعيل .ثم منهم من مات ولم يعقب، ومنهم من مات وأعقب، ومنهم من قال بالتوقف، والانتظار، والرجعة، ومنهم من قال بالسوق والتعدية كما سيأتى ذكر اختلافاتهم عند ذكر طائفة طائفة .وكانوا فى الأول على مذهب أئمتهم فى الأصول، ثم لما اختلفت الروايات عن أئمتهم، وتمادى الزمان :اختارت كل فرقة منهم طريقة، فصارت الإمامية بعضها معتزلة : إما وعيدية، وإما تفضيلية، وبعضها إخبارية :إما مشبهة وإما سلفية، ومن ضل

الطریق وتاہ لم یبال اللہ بہ فی أی واد ھلک (الملل والنحل، ج ۱، ص ۱۶۵، الفصل السادس، الإمامیۃ)

ترجمہ: پھر ''امامیہ'' حضرت حسن، حضرت حسین اور علی بن حسین رضی اللہ عنہم کے بعد ائمہ کی تعیین میں کسی ایک رائے پر قائم نہیں رہے، بلکہ ان کے اختلافات، دوسرے تمام فرقوں کے اختلافات سے زیادہ ہیں، یہاں تک کہ بعض حضرات کا قول ہے کہ حدیث میں ستّر (70) سے زیادہ جن فرقوں کا ذکر کیا گیا ہے، وہ شیعہ کے اندر خاص ہیں، اور ان کے علاوہ جو فرقے ہیں، وہ امت سے خارج ہیں (صرف وہ شیعہ فرقے ہی امت میں داخل ہیں) اور وہ سب ''امامت'' میں، اور امامت کو جعفر بن محمد صادق رحمہ اللہ تک چلانے میں متفق ہیں (اسی لیے اُن سب کو امامیہ کہا جاتا ہے) اور پھر جعفر صادق کے بعد اُن کی اولاد میں امامت کے منصوص ہونے پر ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں، کیونکہ جعفر بن محمد صادق کے پانچ بیٹے تھے، اور ایک قول چھ بیٹوں کا ہے، ایک محمد، دوسرے اسحاق، تیسرے عبداللہ، چوتھے موسیٰ، پانچویں علی، اور امامیہ میں سے جنہوں نے ان بیٹوں میں امامت کی نص اور تعیین کا دعویٰ کیا، وہ محمد، اور عبداللہ، اور موسیٰ، اور اسماعیل ہیں، پھر ان میں سے بعض فوت ہو گئے، اور انہوں نے پیچھے کوئی اولاد نہیں چھوڑی، اور بعض نے فوت ہونے کے بعد اولاد چھوڑی، اور اُن امامیہ میں سے بعض ''توقف وانتظار ورجعت'' کے قائل ہیں، اور اُن امامیہ میں سے بعض امامت کو جاری رکھنے اور دوسرے کی طرف متعدی کرنے کے قائل ہیں، جیسا کہ اُن کے اختلاف کا ذکر، ہر جماعت کے ذکر کے موقع پر آئے گا۔ اور یہ ''امامیہ'' ابتدائی طور پر اصول میں اپنے ائمہ کے مذہب پر تھے، پھر جب اُن کے ائمہ سے روایات مختلف سامنے آئیں، اور زمانہ دراز ہو گیا، تو اُن امامیہ میں سے ہر فرقہ نے الگ طریقے کو اختیار کیا، جس کے نتیجے میں بعض امامیہ معتزلہ ہو گئے، یا وعیدیہ ہو گئے، یا تفضیلیہ ہو گئے، اور بعض اخباری ہو گئے، یا مشبہ ہو گئے، یا سلفیہ ہو گئے، اور جو راستے سے بھٹک اور بہک گیا تو اللہ نے اُس کی پرواہ نہیں کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوا (الملل والنحل)

پھر محمد بن عبدالکریم شہرستانی اسی ضمن میں ''امامیہ'' کے ایک فرقہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الاثنا عشرية:إن الذين قطعوا بموت موسى الكاظم بن جعفر الصادق وسموا قطعية، ساقوا الإمامة بعده فى أولاده، فقالوا :الإمام بعد موسى الكاظم :ولده على الرضا، ومشهده بطوس .ثم بعده :محمد التقى الجواد أيضا، وهو فى مقابر قريش ببغداد .ثم بعده :على بن محمد النقى؛ ومشهده بقم .وبعده :الحسن العسكرى الزكى .وبعده :ابنه محمد القائم المنتظر الذى هو بسر من رأى، وهو الثانى عشر .هذا هو طريق الاثنا عشرية فى زماننا،إلا أن الاختلافات التى وقعت فى حال كل واحد من هؤلاء الاثنا عشر، والمنازعات التى جرت بينهم وبين إخوتهم وبنى أعمامهم وجب ذكرها لئلا يشذ عنا مذهب لم نذكره ومقالة لم نوردها(الملل والنحل، ج ۱، ص ۱۶۹،الفصل السادس،الإمامية)

ترجمہ: اثنا عشریہ وہ ہیں جو موسیٰ کاظم بن جعفر صادق کی موت کا یقین رکھتے ہیں، اور ان کا نام ''قطعیہ'' ہے، جو موسیٰ کاظم کے بعد امامت کو اُن کی اولاد میں چلاتے ہیں، چنانچہ وہ کہتے ہیں موسیٰ کاظم کے بعد امام اُن کے بیٹے علی رضا ہیں، جن کا مشہد ''طوس'' میں ہے، پھر ان کے بعد محمد تقی جواد بھی ہیں، اور وہ بغداد میں قریش کے قبرستان میں مدفون ہیں، پھر ان کے بعد علی بن محمد نقی ہیں، جن کا مشہد ''قُم'' میں واقع ہے، اور ان کے بعد حسن عسکری زکی ہیں، اور ان کے بعد ان کے بیٹے محمد قائم منتظر ہیں، اور ان کی رائے کے مطابق خفیہ ہیں، جو کہ بارہویں امام ہیں، اور ہمارے زمانے میں (امامیہ کے فرقے) اثنا عشریہ کا یہی طریقہ ہے۔لیکن ان اثنا عشریہ میں سے ہر ایک کی طرف سے جو اختلافات کسی حالت میں واقع ہوتے ہیں، اور جو منازعات ان کے درمیان، اور ان کے بھائیوں اور چچاؤں کے درمیان واقع ہوئے، ان کا ذکر کرنا ضروری ہے، تاکہ ہم سے ان کے مذہب کی کوئی بات رہ نہ جائے، اور کوئی قول چھوٹ نہ جائے، جس کو ہم نہ لائیں (الملل والنحل)

پھر علامہ شہرستانی نے شیعہ کی امامت میں اختلافات کا ذکر کیا ہے، جس کے ضمن میں حسن کی امامت کا قول کرنے والوں کے گیارہ فرقوں کا ذکر کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو:الملل والنحل، ج ۱، ص ۱۶۹ الیٰ ۱۷۲،الفصل السادس :الشيعة،الإمامية)

اور پھر محمد بن عبدالکریم شہرستانی نے اسی ''امامیہ'' کی بحث میں فرمایا کہ:

فلهذا صارت الإمامية متمسكين بالعدلية فى الأصول، وبالمشبهة فى الصفات،

متحيرين تائهين .وبين الإخبارية منهم والكلامية سيف وتكفير .وكذلك بين التفضيلية والوعيدية قتال وتضليل (الملل والنحل،ج ١،ص ١٧٢،الفصل السادس،الإمامية)

ترجمہ: پس اس وجہ سے (بعد میں) ''امامیہ'' اصول میں ''عدلیہ'' کے ساتھ تمسک اختیار کرنے والے ہوگئے،اور صفات میں مشبہ (فرقہ) کے ساتھ تمسک اختیار کرنے والے ہوگئے، جو ایک دوسرے کو حیرت میں ڈالنے والے،ایک دوسرے پر تکبر و تفاخر اختیار کرنے والے ہو گئے، اور ان میں سے اخباریہ اور کلامیہ (یعنی متکلمین) کے درمیان تلوار بازی اور تکفیر بازی کا سلسلہ بھی جاری ہوا،اور اسی طرح تفضیلیہ اور وعیدیہ کے مابین قتال اور ایک دوسرے کی تضلیل کا سلسلہ جاری ہوا (الملل والنحل)

اور پھر امامیہ کی بحث کے بعد شہرستانی نے ''اسماعیلیہ'' کا الگ سے ذکر کیا ہے۔

الإسماعيلية:قد ذكرنا أن الإسماعيلية امتازت عن الموسوية وعن الاثنى عشرية بإثبات الإمامة لإسماعيل بن جعفر .وهو ابنه الأكبر المنصوص عليه في بدء الأمر (الملل والنحل،ج ١،ص ١٩١،الفصل السادس : الشيعة،الاسماعيلية)

ابوعبداللہ،علاءالدین مغلطائی حنفی (المتوفی:762ھ) ''سنن ابنِ ماجہ'' کی شرح میں فرماتے ہیں:

قال المسعودى وفراق الإمامية يعنى الشيعة كانوا على ما ذكر من السلف من أصحاب الكتب ثلاثًا وثلاثين فرقة ثم يتنازعوا ويتباينوا حتى بلغوا ثلاثًا وسبعين فرقة. وفي كتاب الشهرستاني ثم أن الإمامية لم يثبتوا في تعيين الأئمة بعد الحسن والحسين على رأى واحد، بل اختلافاتهم أكثر من اختلافات الفرق كلها حتى قال بعضهم :إنَّ نيفًا وسبعين فرقة من الفرق المذكورين في الخبر هو من الإمامية خاصة، ومن عداهم فخارجون عن الملّة،والإمامية بعضها معتزلة أما وعيدية وإما تفضيلية وبَعْضها إخبارية (شرح سنن ابن ماجه، ج ١ : ص : ٣٦٠، كتاب الطهارة ، باب ما جاء في غسل القدمين)

ترجمہ: مسعودی نے فرمایا کہ ''امامیہ'' شیعہ کے فرقے سلف کی اصحابِ کتب میں جو ذکر کیے گئے ہیں، وہ تینتیس فرقے تھے، پھر ان کا آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف اور ایک دوسرے کے بالمقابل (عقائد وافکار میں) ٹکراؤ ہوا،جس کے نتیجے میں وہ تہتر فرقوں تک پہنچ گئے۔اور شہرستانی کی کتاب میں ہے کہ پھر ''امامیہ'' حضرت حسن،حضرت حسین اور علی بن حسین رضی اللہ عنہم کے بعد ائمہ کی تعیین میں کسی ایک رائے پر قائم نہیں رہے، بلکہ ان کے اختلافات، دوسرے تمام فرقوں کے اختلافات

سے زیادہ ہیں، یہاں تک کہ بعض حضرات کا قول ہے کہ حدیث میں ستّر (70) سے زیادہ جن فرقوں کا ذکر کیا گیا ہے، وہ ''امامیہ'' کے اندر خاص ہیں،اوران کے علاوہ جو فرقے ہیں، وہ ملتِ اسلام سے خارج ہیں (صرف وہ شیعہ فرقے ہی امت میں داخل ہیں)اور بعض ''امامیہ'' معتزلہ ہیں، یا وعیدیہ ہیں، یا تفضیلیہ ہیں، اور بعض اخباریہ ہیں (شرح ابنِ ماجہ)

''عدلیہ'' سے مراد'' معتزلہ'' ہیں،اور''وعیدیہ'' سے مراد''خوارج''ہیں،اور''اخباریہ'' سے مراد، فقہائے امامیہ کا ایک فرقہ ہے، جوائمۂ شیعہ کی احادیث وروایات کومعتبر قرار دیتا ہے۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر،للمناوی،ج ۱،ص ۴۱۵، تحت رقم الحدیث ۱۲۹۱،حرف الهمزة،والملل والنحل،ج ۱،ص ۱۴۱،الفصل الخامس :المرجئة ، الغسانية)

''امامیہ'' کے''اخباریہ''فرقہ کے مقابلہ میں ایک فرقہ''اصولیہ'' کہلاتا ہے، جواُن کے ائمہ کی طرف منسوب جملہ روایات کی علی الاطلاق حجیت کا قائل نہیں، بلکہ وہ، اجتہاد کے جاری رہنے،اور اُس کے نتیجہ میں اُن روایات میں اجتہادوعقل سے ترجیح دینے کا قائل ہے۔

امام فخرالدین رازی''المحصول ''میں فرماتے ہیں:

وأما الإمامية فالأخباريون له منهم مع أن كثرة الشيعة في قديم الزمان ما كانت إلا منهم فهم لا يعولون في أصول الدين فضلا عن فروعه إلا على الأخبار التي يروونها عن أئمتهم. وأما الأصوليون فأبو جعفر الطوسي وافقنا على ذلك

(المحصول،لفخر الدين الرازی،ج ۴،ص ۳۸۴،القسم الثاني في الخبر الذي لا يقطع بكونه صدقا أو كذبا ،،الباب الأول)

ترجمہ:اور جہاں تک امامیہ کاتعلق ہے،توان امامیہ میں سے''اخباریون''قدیم زمانہ میں بکثرت شیعہ تھے، جوانہی لوگوں میں سے پائے جاتے تھے،اوروہ اصولِ دین میں اور فروعِ دین میں اعتماد صرف ان روایات پر کرتے تھے، جن کو وہ اپنے ائمہ سے روایت کرتے ہیں۔اور جہاں تک امامیہ کے''اصولیون'' کاتعلق ہے،تو ابوجعفر طوسی اس میں ہمارے موافق ہیں (المحصول)

اورقاضی محمد بن علی فاروقی حنفی تھانوی (المتوفی:1158ہجری)''کشاف اصطلاحات الفنون ''میں فرماتے ہیں:

ثم متأخرو الإمامية اختلفوا وتشيعوا إلى معتزلة إما وعيدية أو تفضيلية وإلى إخبارية يعتقدون ظاهر ما ورد به الأخبار المتشابهة، وهؤلاء ينقسمون إلى مشبهة يجرون المتشابهات على أن المراد بهاظواهرها، وسلفية يعتقدون أن ما أراد الله بها حق بلا شبهة كما عليه السلف وإلى ملتحقة بالفرق الضالة (كشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، ج ۱، ص ۲۶۲، حرف الالف، مادة "الامامية")

ترجمہ: پھر متاخرینِ امامیہ کا اختلاف ہوگیا، اور ان کے مختلف گروہ ہوگئے، بعض معتزلہ ہوگئے، وعیدیہ ہوگئے، یا تفضیلیہ ہوگئے، اور بعض اخباریہ ہوگئے، جو وارد ہونے والی متشابہ روایات کے ظاہر پر عقیدہ رکھتے ہیں، اور یہ مشبہ کی طرف منقسم ہوگئے، جو تشابہات کو اپنی ظاہری مراد پر جاری کرتے ہیں، اور جو سلفیہ ہیں، وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ نے ان کے ساتھ جو ارادہ کیا، وہ بلا شبہ حق ہے، جیسا کہ سلف کا عقیدہ ہے، اور بعض دوسرے فرقہ ضالہ سے ملحق ہوگئے (کشاف)

شیخ مجدی محمد سرور باسلوم، نے ''اہلِ سنت کے اصول وعقائد کے ترجمان''ابومنصور ماتریدی'' کی تفسیر کے مقدمہ میں بھی امامیہ کے مختلف فرقوں کا ذکر فرمایا ہے، جن میں اسماعلیہ اور اثنا عشریہ کو بھی شامل کیا ہے (ملاحظہ ہو: مقدمۃ تفسیر الماتریدی، ج۱، ص۱۸)

ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر بغدادی (المتوفٰی:429ھ) فرماتے ہیں:

واما الامامية المفارقة للزيدية والكسائية والغلاة فانها خمس عشرة فرقة وهن المحمدية والباقرية والناوسية والشميطية والعمارية والاسماعيلية والمباركية والموسوية والقطعية والاثنى عشرية والهشامية من اتباع هشام بن الحكم او من اتباع هشام بن سالم الجواليقي والزرارية من اتباع زرارة بن أعين واليونسية من اتباع يونس القمي والشيطانية من اتباع شيطان الطاق والكاملية من اتباع أبي كامل وهو أفحشهم قولا في علي وفي سائر الصحابة رضي الله عنهم فهذه عشرون فرقة من فرق الروافض منها ثلاث زيدية وفرقتان من الكيسانية وخمس عشرة فرقة من الإمامية فاما غلاتهم الذين قالوا بإلهية الائمة واباحوا محرمات الشريعة واسقطوا وجوب فرائض الشريعة كالبيانية والمغيرية والجناحية والمنصورية والخطابية والحلولية ومن جرى مجراهم فما هم من فرق الاسلام وان كانوا منتسبين اليه وسنذكرها في باب مفرد بعد هذا الباب (الفرق بين الفرق وبيان الفرقة الناجية، ص ۲۱، الفصل الثاني)

ترجمہ: اور جہاں تک''امامیہ'' کا تعلق ہے، تو یہ''زیدیہ''اور''کیسانیہ''اور''غلاۃ'' سے

جدا ہیں، پس ان ''امامیہ'' کے پندرہ فرقے ہیں ''محمدیہ، باقریہ، ناوسیہ، شمیطیہ، عماریہ، اسماعیلیہ، مبارکیہ، موسویہ، قطعیہ، اثنیٰ عشریہ، ہشامیہ'' جوکہ ہشام بن حکم، یا ہشام بن سالم جوالیقی کے متبعین ہیں'' اور زراریہ'' جوکہ زرارہ بن اعین کے متبعین ہیں'' یونسیہ، شیطانیہ'' جوکہ شیطان الطاق کے متبعین ہیں'' کاملیہ'' جوکہ حضرت علی اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں سب سے افحش قول رکھتا ہے، پس یہ بیس فرقے'' روافض'' کے فرقے ہیں، تین فرقے زیدیہ کے ہیں، اور دو فرقے کیسانیہ کے ہیں، اور پندرہ فرقے امامیہ کے ہیں، جہاں تک ان کے غلاۃ کا تعلق ہے، جو ائمہ کی الوہیت کے قائل ہیں، اور محرماتِ شرعیہ کو حلال سمجھتے ہیں، اور فرائضِ شریعت کی وجوبیت کا انکار کرتے ہیں، جیسا کہ ''بیانیہ، اور مغیریہ اور جناحیہ، اور منصوریہ، اور خطابیہ، اور حلولیہ، اور جو ان کے قائم مقام ہیں، تو وہ اسلامی فرقے نہیں ہیں، اگرچہ وہ اسلام کی طرف انتساب کرتے ہیں، اور ہم ان کا الگ باب میں اس باب کے بعد ذکر کریں گے (الفرق بین الفرق وبیان الفرقۃ الناجیۃ)

ابو المظفر طاهر بن محمد اسفراييني (المتوفیٰ: 471ھ) فرماتے ہیں:

وَمن جملَة الروافض الإمامية وهم خمس عشرَة فرقة المحمدية والباقرية والناووسية والشميطية والعمارية والإسماعيلية والمباركية والموسوية والقطعية والإثنا عشريَّة والهشامية والزرارية واليونسية والشيطانية والكاملية فَهَذِهِ جملَة فرق الروافض الَّذين يعدون فِي زمرة الْمُسلمين.فَأما البيانية والمغيرية والمنصورية والجناحية والخطابية والحلولية مِنْهُم فَلَا يعدون فِي زمرة الْمُسلمين لأَنهم كلهم يَقُولُونَ بآلهية الْأَئِمَّة كَمَا نفصله فِيمَا بعد إِن شَاءَ الله تَعَالَى(التبصير فى الدين وتمييز الفرقة الناجية عن الفرق الهالكين،ص ٢٣،الباب الثانى فى بيان فرق الأمة على الجملة)

ترجمہ: اور روافض میں سے ہی ''امامیہ'' بھی ہیں، اور ان امامیہ'' کے پندرہ فرقے ہیں ''محمدیہ، اور باقریہ، اور ناووسیہ اور شمطیہ، اور عماریہ اور اسماعیلیہ اور مبارکیہ اور موسویہ اور قطعیہ اور اثنا عشریہ اور ہشامیہ اور زراریہ اور یونسیہ اور شیطانیہ اور کاملیہ، پس یہ ان روافض کے فرقے ہیں، جو مسلمانوں کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔

جہاں تک بیانیہ اور مغیرہ اور منصوریہ اور جناحیہ اور خطابیہ اور ان کے حلولیہ فرقوں کا تعلق ہے، تو وہ مسلمانوں کے زمرہ میں شمار نہیں ہوتے، کیونکہ وہ سب ائمہ کی الوہیت کے قائل ہیں، جیسا کہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ بعد میں تفصیل بیان کریں گے (التبصیر)

علامہ ابنِ تیمیہ (المتوفیٰ:728ھ) نے بھی ''منہاج السنۃ'' میں روافض و امامیہ کے ''کاملیہ'' کے علاوہ چوبیس فرقوں کا ذکر فرمایا ہے، جن میں ایک فرقہ ''امامِ منتظر'' کے قائلین کا ذکر کیا ہے، اور ان کو ''جمہور شیعہ'' قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو: منہاج السنۃ النبویۃ، ج۳،ص۴۷۳، و۴۷۴)

اسی کے ساتھ علامہ ابنِ تیمیہ نے مذکورہ تالیف میں ''امامیہ اثنا عشریہ'' کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ:

والإمامية الاثنا عشرية . خير منهم بكثير، فإن الإمامية مع (فرط . جهلهم وضلالهم فيهم خلق مسلمون باطنا وظاهرا ليسوا زنادقة منافقين، لكنهم جهلوا وضلوا واتبعوا أهواء هم (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج۲،ص ۴۵۲، الفصل الثانى فى أن مذهب الإمامية واجب الاتباع، التعليق على قوله أن الأئمة معصومون كالأنبياء)

ترجمہ: اور شیعہ امامی اثنا عشری، اُن (اسماعیلیوں) سے بہت بہتر ہیں، کیونکہ اپنی فرطِ جہالت و گمراہی کے باوجود ''امامیہ اثنا عشری'' میں ایسے لوگ بھی ہیں، جو ظاہر اور باطن کے اعتبار سے مسلمان ہیں، وہ زندیق، منافق نہیں، البتہ وہ جاہل ہیں، اور گمراہ ہیں، اور اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہیں (منہاج السنۃ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ مذکورہ تالیف میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وإذا لم يكونوا فى نفس الأمر كفارا لم يكونوا منافقين، فيكونون من المؤمنين، فيستغفر لهم ويترحم عليهم .وإذا قال المؤمن : (ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان) (سورة الحشر) يقصد كل من سبقه من قرون الأمة بالإيمان، وإن كان قد أخطأ فى تأويل تأوله فخالف السنة، أو أذنب ذنبا، فإنه من إخوانه الذين سبقوه بالإيمان، فيدخل فى العموم، وإن كان من الثنتين والسبعين فرقة، فإنه ما من فرقة إلا وفيها خلق كثير ليسوا كفارا، بل مؤمنين فيهم ضلال وذنب يستحقون به الوعيد، كما يستحقه عصاة المؤمنين (منهاج السنة النبوية،لا بن تيمية، ج۵،ص ۲۴۱،قاعدة جامعة "لا بد أن يكون مع الإنسان أصول كلية يرد إليها الجزئيات ليتكلم بعلم وعدل،فصل الله أمر بالاستغفار لأصحاب محمد فسبهم الرافضة)

ترجمہ: اور جب یہ اہلِ بدعت، حقیقت میں کافر نہیں ہیں، تو یہ منافق بھی نہیں ہوں

www.idaraghufran.org

گے، بلکہ مومنین میں شمار ہوں گے، جن کے لیے استغفار بھی کیا جائے گا، اوران کے لیے رحم کی دعاء بھی کی جائے گی، اور جب مومن یہ دعاء کرتا ہے کہ:

”رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ “

تو وہ ہر زمانہ میں گزرے ہوئے مومن امتی کا ارادہ کرتا ہے، اگرچہ اس مومن نے کسی تاویل میں خطاء کی ہو، اور سنت کی مخالفت کی ہو، یا کوئی گناہ کیا ہو، کیونکہ وہ سب لوگ اس کے ان بھائیوں میں شامل ہوتے ہیں، جو ایمان کے ساتھ گزر چکے ہیں، اس لیے وہ اس عموم میں داخل ہوتے ہیں، اگرچہ وہ (غیر ناجی) بہتّر 72 فرقوں سے تعلق رکھتے ہوں، اس لیے کہ ان (72) فرقوں میں سے کوئی بھی فرقہ ایسا نہیں ہے، جس میں خلقِ کثیر نہ ہو، اور وہ کفار نہیں ہیں، بلکہ مومن ہیں، جن میں گمراہ لوگ بھی ہیں، اور گناہ گار بھی ہیں، جو اسی طرح کی وعید کے مستحق ہیں، جس طرح کی وعید کے دوسرے عام گناہ گار مومنین مستحق ہوتے ہیں (منهاجُ السنة)

اورعلامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے ”منهاجُ السنة“ میں ہی فرمایا:

جميع المسلمين -الذين هم مؤمنون -في طوائف الشيعة يتبرأون منهم، فالزيدية والإمامية تكفرهم وتتبرأ منهم، وإنما ينتسب إليهم الإسماعيلية الملاحدة، الذين فيهم من الكفر (منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعةالقدرية، ج٦، ص ٣٤٣)

ترجمہ: تمام مسلمین، جو مومن ہیں، شیعہ کی جماعتوں میں، وہ بھی ان (اسماعیل بن جعفر کی طرف نسبت کرنے والے عبیدیین) سے برائت ظاہر کرتے ہیں، پس زیدیہ اور امامیہ ان کی تکفیر کرتے ہیں، اور ان سے برائت ظاہر کرتے ہیں، اور ان کی طرف اسماعیلی ملاحدہ ہی اپنا انتساب کرتے ہیں، جن میں کفر پایا جاتا ہے (منہاج السنۃ)

علامہ ابنِ تیمیہ نے مذکورہ عبارت میں ”جميع المسلمين الذين هم مؤمنون في طوائف الشيعة “ کے بعد ”فالزيدية والامامية “ فرمایا ہے، اور ”اس کے بعد ”اسماعیلیہ“ کو ”الملاحدة الذين فيهم من الكفر “ فرمایا ہے۔

خود حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1239ھ) نے بھی روافض سے ”امامیہ“ کو

مراد لیا ہے، اوران کے مختلف فرقوں و مذاہب کا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ شاہ صاحب ''تحفہ اثنا عشری'' میں فرماتے ہیں:

وغلاۃ وکیسانیہ وزیدیہ وروافض یعنی امامیہ، نیز مفترق اند بفرق بسیار کہ تعداد اسامی ومذاہب آنہا در ''ملل ونحل'' ودیگر کتب مبسوط می شود (تحفہ اثنا عشری فارسی،ص ١٧،باب اول در کیفیت حدوث مذہب تشیع وانشعاب آن بفرقہ مختلفہ،ناشر:مطبع منشی نول کشور،لکھنؤ)

ترجمہ: اور ''غلاۃ، کیسانیہ، زیدیہ'' اور ''روافض یعنی امامیہ'' بھی مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں کہ جن کے ناموں اور مذہبوں کی تعداد ''الملل والنحل'' اور دیگر کتب میں مفصلاً مذکور ہے (تحفۂ اثناعشری)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

واما امامیہ پس مدار مذہب ایشان وقدرِ مشترک درعقائد جمیع فرق ایشان است کہ زمانِ تکلیف خالی نمی باشد از امام فاطمی، ومجموع اینہاں سی ونہ فرقہ اند (تحفہ اثناعشری فارسی،ص ٢٢، باب اول: درکیفیت حدوث مذہب تشیع وانشعاب آن بفرق مختلفہ، ناشر: مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ)

ترجمہ: اور جہاں تک امامیہ کا تعلق ہے، تو ان کے مذہب کا مدار اوران کے تمام فرقوں کے عقائد میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ مکلّف ہونے کا زمانہ ''فاطمی امام'' سے خالی نہیں ہوتا، اوران امامیہ کے انتالیس فرقے ہیں (تحفہ اثناعشری)

پھر شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ نے امامیہ کے ان فرقوں کے بیان کے آخر میں فرماتے ہیں:

فرقۂ سی ویکم از امامیہ کہ گویا فرد کامل آنہا است، وعندالاطلاق از لفظ امامیہ متبادر میشوند، اثنا عشریہ اند، قائل اند بامامتِ علی ابن موسیٰ الرضا بعداز وبامامتِ پسر او محمد تقی معروف بجواد بعداز وبامامتِ پسر او علی نقی معروف بہادی بعداز وبامامتِ پسر او حسن عسکری بعداز وبامامت پسر او محمد مہدی، واورا قائم ومنتظر میدانند ومتوقع خروج او باشند، وباہم دروقت غیبت او وسن وسال او اختلاف کردہ، چند فرقہ شدہ اند، بلکہ بعضی بموت ورجعت او نیز قائل اند۔ بایں حساب عدد فرقہای امامیہ تاسی ونہ میرسد۔

فرقہ سی ودوم جعفریہ اند بعداز حسن عسکری بامامتِ جعفر ابن علی کہ برادر او بود قائل اند، گویند کہ حسن عسکری اولاد نگذاشت ومنکر تولدِ مہدی اند (تحفہ اثناعشری فارسی،ص ٢٨، باب اول: درکیفیت حدوث

مذہب تشیع وانشعاب آن بفرقِ مختلفہ، ناشر: مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ)

ترجمہ: اکتیسواں فرقہ امامیہ کا گویا کہ فردِ کامل ان کا ہے، اور "لفظِ امامیہ" کے اطلاق متبادر یہی ہوتا ہے، جو کہ "اثنا عشریہ" ہیں، یہ (موسیٰ کاظم کے بعد) قائل امامت علی بن موسیٰ رضا کے بعد، اُن سے اُن کے بیٹے محمد تقی المشہور بجواد، اُن سے بعد اُن کے بیٹے علی نقی معروف بہ ہادی، پھر ان کے بیٹے حسن عسکری، پھر اُن کے بیٹے محمد مہدی قائم منتظر، جن کے خروج کے امیدوار رہتے ہیں، اور اُن کی غیبت اور سن وسال میں باہم اختلاف کر کے چند فرقے ہوگئے ہیں، بلکہ بعضے اُن کی موت ورجعت کے بھی قائل ہوئے ہیں۔اس حساب سے شمار امامیہ فرقوں کا انتالیس تک پہنچتا ہے۔

بتیسواں "فرقہ جعفریہ" بعد حسن عسکری امامت جعفر بن علی کے "کہ حسن عسکری کے بھائی تھے" قائل ہیں، اور کہتے ہیں کہ حسن عسکری نے اولاد نہیں چھوڑی، اور یہ تولدِ مہدی کے منکر ہیں (تحفہ اثنا عشری)

تحفہ اثنا عشریہ کی مذکورہ عبارت کے بعد عربی زبان کی "مختصر التحفة الا ثنی عشرية" میں علامۃ العراق "محمود شکری آلوسی" لکھتے ہیں:

وبذلک تتم فرق الإمامية تسعا وثلاثين، فليراجع وليتأمل.

قال الجد (اى صاحب تفسير روح المعانى)روّح الله روحَه فى كتابه (نهج السلامة) بعد عدِّه فرق الإمامية :ثم اعلم أن الاثنى عشرية المعروفين اليوم على علاتهم فى الاعتقادات أهون شرا بكثير من كثير من فرق الإمامية وسائر الشيعة، فهم فى معظم الاعتقاديات متطفلون على المعتزلة وقول الخواجة نصير الدين الطوسى المتكلم -على ما نقله عنه تلميذه ابن المطهر الحلى - أنهم مخالفون لجميع الفرق فى ذلک مما يتعجب منه المطلع على اعتقاداتهم(مختصر التحفة الاثنى عشرية،ص ٢٢،الباب الأول فى ذكر فرق الشيعة وبيان أحوالهم وكيفية حدوثهم وتعداد مكائدهم،فرق الشيعة الإمامية ، الجعفرية)

ترجمہ: اور اس کے ساتھ "امامیہ" کے انتالیس فرقے پورے ہوگئے، پس چاہیے کہ مراجعت کر لی جائے، اور تامل کرلیا جائے۔

میرے دادا صاحبِ تفسیر روح المعانی قدس اللہ سرہٗ نے اپنی کتاب "نھجُ السلامة" میں "امامیہ" کے چند فرقوں کا شمار کرنے کے بعد فرمایا کہ پھر یہ بات جان لینی چاہیے کہ

موجودہ دور میں جو ''اثنا عشریہ'' معروف ہیں، وہ علاتی اعتقاد میں بہت سے ''امامیہ'' فرقوں اور تمام ''شیعوں'' سے شر کے اعتبار سے اھــــوَن ،یعنی ہلکے ہیں، پس یہ اپنے بڑے اعتقادات میں معتزلہ پر بھروسہ کرتے ہیں، اور متکلم خواجہ نصیر الدین طوسی کے قول پر بھروسہ کرتے ہیں، جیسا کہ اس بات کو ان کے تلمیذ ابنِ مطہر حلی نے نقل کیا ہے، کہ وہ اس سلسلے میں دوسرے تمام فرقوں کے مخالف ہیں، جن کے اعتقادات پر مطلع ہونے والے کو تعجب ہوتا ہے (مختصر التحفۃ الاثنی عشریۃ)

پھر اس کے بعد علامۃ العراق ''محمود شکری آلوسی'' لکھتے ہیں:

ثم قال العلامة الجد عليه الرحمة :قد ظهرت فى هذه الأعصار من الاثنى عشرية طـائـفة يـقـال لهم الشيخية، وقد يقال لهم الأحمدية، وهم أصحاب الشيخ أحمد الأحسائى، ترشح كلماتهم بأنهم يعتقدون فى الأمير كرم الله تعالى وجهه نحو ما يـعـتـقـد الـفـلاسـفة فـى الـعقل الأول، بل أدهـى وأمـر(مـخـتـصـر الـتـحفة الاثـنـى عشـرية،ص ٢٢،الـبـاب الأول فـى ذكـر فـرق الشيـعة وبيـان أحـوالهم وكيفية حدوثهم وتعداد مكائدهم،فرق الشيعة الإمامية ، الجعفرية)

ترجمہ: پھر میرے دادا (صاحبِ تفسیر روح المعانی) رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان ہی زمانوں میں اثنیٰ عشریہ میں ایک جماعت ظاہر ہوئی، جن کو ''شیخية '' کہا جاتا ہے، اور ان کو احــمــدية '' بھی کہا جاتا ہے، اور یہ شیخ احمد احسائی کے اصحاب ہیں، ان کی باتوں سے مترشح ہوتا ہے کہ گویا کہ وہ امیر علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے بارے میں اس طرح کا اعتقاد رکھتے ہیں، جو فلاسفہ عقلِ اول کے بارے میں رکھتے ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ عظیم بلیہ، اور بہت کڑوا اعتقاد ہے (مختصر التحفۃ الاثنی عشریۃ)

پھر اس کے بعد علامۃ العراق ''محمود شکری آلوسی'' نے فرمایا کہ:

''اثنا عشریہ'' میں ایک جماعت اور بھی ہے، جس کو ''رشتیہ'' کہا جاتا ہے، اور بسا اوقات اس کو ''کشفیہ'' بھی کہا جاتا ہے، اور یہ ''سید کاظم حسینی رشتی'' کے اصحاب ہیں، جو کہ ''احسائی'' (یعنی فرقہ شیخیہ، واحمدیہ کے صاحب) کا شاگرد ہے، لیکن یہ اپنے استاذ سے بعض مسائل میں اختلاف رکھتا ہے، اور اس کی باتیں اپنے استاذ سے بھی زیادہ عظیم بلیہ پر مشتمل، اور زیادہ کڑوی ہونا مترشح ہوتی ہیں، یہاں تک کہ اس جماعت

کو''اثناعشریہ'' بھی ''غلاۃ'' میں شمار کرتے ہیں۔علامہ آلوسی نے فرمایا کہ میرا اس جماعت کے قریب بہت رہنا سہنا ہوا۔پھر علامہ آلوسی نے فرمایا کہ ایک اور جماعت بھی ظاہر ہوئی،جس کو''بابیہ'' کہا جاتا ہے،اس کی طرف سے کئی شناعتیں ظاہر ہوئیں،جن میں پانچ نمازوں کی فرضیت کا سقوط بھی ہے،علامہ آلوسی نے اس کے ساتھ علمائے اہل السنۃ اور علمائے اثناعشریہ کی بحث کے لئے مجلس منعقد ہونے کا بھی ذکر کیا ہے،جس میں علامہ آلوسی خود بھی شریک تھے،جس کے بعد علمائے اہل السنۃ اور علمائے اثناعشریہ کا اس کی تکفیر پر اتفاق ہونے کا ذکر کیا ہے۔اور علامہ آلوسی نے ایک اور جماعت کا بھی ذکر کیا ہے،جسے''قرتیہ'' کہا جاتا ہے،اور بابیہ اور قرتیہ کو کفریہ عقائد میں یکساں قرار دیا ہے،جن کا ائمہ کے متعلق عقیدہ''کشفیہ'' کے مثل ہے۔اور پھر علامہ آلوسی نے فرمایا کہ مجھے یہ بات محقق ہو چکی ہے کہ''اثناعشریہ'' ان کی تکفیر کرتے ہیں،اور ان سے برائت کرتے ہیں۔پھر فرمایا کہ یہ تفصیل آپ کو کسی دوسری کتاب میں دستیاب نہ ہو سکے گی''

(ملاحظہ ہو:مختصر التحفة الاثنی عشریة،ص ۲۲ الیٰ ص ۲۵،الباب الأول فی ذکر فرق الشیعة وبیان أحوالهم وکیفیة حدوثهم وتعداد مکائدهم،فرق الشیعة الإمامیة ، الجعفریة)

صاحبِ روح المعانی،علامہ آلوسی نے اپنی تالیف''**نهج السلامة الیٰ مبحث الامامة** '' کے مقدمہ میں یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ انہوں نے اس تالیف میں بڑا حصہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی''تحفہ اثناعشریہ'' سے اخذ کیا ہے،اور''امامیہ'' دراصل''شیعہ'' کا ایک فرقہ ہے،لیکن یہ فرقہ کثیر فرقوں میں منقسم ہے،جن کے درمیان بڑی اہم باتوں میں فرق ہے۔

(ملاحظہ ہو:نهج السلامة إلی مباحث الإمامة،ص ۱،المقدمة)

معلوم ہوا کہ''امامیہ'' کے مختلف فرقے ہیں،اور اپنے آپ کو''اثناعشریہ'' کی طرف منسوب کرنے والی بعض جماعتیں اور گروہ ایسے بھی ہیں،جو انتہائی غالی ہیں،اور ان کی''اثناعشریہ'' بھی تکفیر کرتے ہیں۔لیکن سلفی صاحب اور ان کے ہم خیال حضرات کو مذکورہ حوالہ جات کے برعکس علی الاطلاق دنیا بھر کے کروڑوں افراد پر کسی لچک کے بغیر کفر کا متشددانہ حکم لگانے،اور اس قسم کے حوالہ جات کے مطابق موقف اختیار کرنے والے پر طعن وتشنیع ،اور شیعہ کی وکالت کا الزام عائد کرنے سے ذرا بھی خوف لاحق نہیں ہوتا،جن کے مزید الزامات پر مشتمل اقساط پر کلام آگے آتا ہے۔ (جاری ہے............)

کیا آپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات،مفید تجزیات اورشرعی احکامات پرمشتمل سلسلہ

تکرارِ جنازہ وانتقالِ میت کی تحقیق (قسط9)

تکرارِ جنازہ سے متعلق فقہاء واہلِ علم کی تصریحات

اب تکرارِ جنازہ سے متعلق،مختلف فقہائے کرام،واصحابِ علم حضرات کی عبارات وتصریحات نقل کی جاتی ہیں،جن کے ضمن میں ہم نے اپنی علمی ودینی ذمہ داری سمجھتے ہوئے بعض معروضات بھی ذکر کی ہیں،تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ فقہائے کرام کے مستدلات،اجتہادی وفقہی نوعیت کے ہیں،جن میں کلام واختلاف کی گنجائش ہے،کیونکہ ہمارے یہاں تعلیم وتعلم کے بہت سے دینی اداروں میں جس طرح مخصوص مذاہب ومسالک کے مستدلات کی تعلیم دی جاتی ہے،اس سے عام طور پر یہ ذہن بنتا ہے کہ مخصوص فقہی مذہب ومسلک کے،اس مسئلہ میں دلائل اس درجہ کے مضبوط ہیں،جن سے خروج واختلاف تو دور کی بات ہے،ان میں کلام تک کی گنجائش نہیں،اوراس کے نتیجہ میں پھر دوسرے موقف کا واضح تخطئہ کیا جاتا ہے،اوراس پر عمل کی گنجائش نہیں دی جاتی،اوراگر کوئی اس پر عمل کرے،تواس پر باعثِ ضلالت وبدعت ہونے تک کا فتویٰ صادر کردیا جاتا ہے۔

اور پھراس کے نتیجہ میں باہمی بغض وعداوت کا سلسلہ چل پڑتا ہے۔

اوراگرایسا نہ ہوتا،تو پھر شاید ہمیں مذکورہ لب کشائی کی بھی ضرورت نہ ہوتی۔

''المبسوط للشیبانی'' کا حوالہ

امام ابوحنیفہ کے شاگرد،امام محمد شیبانی (المتوفیٰ:189ھ) فرماتے ہیں:

قلت أرأيت إماما صلى على جنازة وفرغ وسلم وسلم القوم ثم جاء آخرون بعد فراغ الإمام من الصلاة أيصلون عليها جماعة أو وحدانا

www.idaraghufran.org

قال لا يصلون عليها جماعة ولا وحدانا (الأصل المعروف بالمبسوط، ج ا ،ص ۴۲۸،باب غسل الميت من الرجال والنساء)

ترجمہ: میں نے (امام ابوحنیفہ سے) عرض کیا کہ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ اگرامام نے جنازہ سے فارغ ہوکر سلام پھیر دیا، پھر کچھ لوگ، امام کے جنازہ پڑھ چکنے کے بعد حاضر ہوئے، تو کیا وہ لوگ جماعت کے ساتھ، یا تنہا جنازہ پڑھیں گے، امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ نہ تو جماعت کے ساتھ جنازہ پڑھیں گے، اور نہ ہی تنہاء پڑھیں گے (الاصل)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ایک مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھے جانے کے بعد دوبارہ تنہا، یا جماعت کے ساتھ نمازِ جنازہ پڑھنے کے قائل نہیں۔

اور مذکورہ عبارت کے پیشِ نظر اس بات کا احتمال موجود تھا کہ دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک سنت نہ ہو، یا مکروہِ تنزیہی درجہ کا عمل ہو، جس کی خلاف ورزی گناہ نہیں ہوتی، جیسا کہ بندہ اور بعض دیگر حضرات کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔

لیکن بعد میں آنے والے متعدد مشائخِ حنفیہ نے دوبارہ نمازِ جنازہ کو مکروہ تحریمی اور گناہ قرار دے کر مذکورہ احتمال کو ختم کر دیا، جیسا کہ انہوں نے دیگر بہت سے مسائل میں اسی نوعیت کا طرزِ عمل اختیار کیا۔

اور دلائل کی رُو سے اس نوعیت کے کئی مسائل میں اس طرح کا اختلاف مذموم نہیں ہے۔

امام محمد شیبانی مذکورہ تالیف میں ہی مزید فرماتے ہیں:

قلت أرأيت القوم يدفنون الميت ونسوا الصلاة عليه قال يصلون عليه وهو في القبر كما يصلون على الجنازة وقال أبو يوسف يصلى على القبر في ثلاث فإذا مضت ثلاثة لم يصل عليه (الأصل المعروف بالمبسوط، ج ا ،ص ۴۳۲،باب غسل الميت من الرجال والنساء)

ترجمہ: میں نے (امام ابوحنیفہ سے) عرض کیا کہ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ لوگوں نے میت کو دفن کر دیا، اور نمازِ جنازہ پڑھنا بھول گئے، تو امام ابوحنیفہ نے

فرمایا کہ قبر پر اسی طرح جنازہ پڑھیں گے، جس طرح عام جنازہ پڑھتے ہیں، اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ قبر پر تین دن تک نمازِ جنازہ پڑھ سکتے ہیں، اس کے بعد نہیں پڑھیں گے (الاصل)

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مخصوص صورت میں قبر پر نمازِ جنازہ جائز ہے، یعنی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا، فی نفسہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی قابلِ نکیر عمل نہیں۔ (جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط 87 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

سامری کی سزا، اور اس کے بچھڑے کا حشر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا کہ تم نے ایسا کام کیا ہے کہ لوگ تمہاری طرف متوجہ ہوگئے، اور تمہیں شرک میں اپنا رہنما بنالیا، اور اس طرح تم مقتدا بن گئے، اب اس کی سزا تمہارے لیے یہ تجویز کی جاتی ہے کہ تم اس معاشرے سے نکل جاؤ، یعنی تمہاری سزا یہ ہے کہ تم بنی اسرائیل کے معاشرے میں نہیں رہ سکتے، تمہارا جرم اس قدر مکروہ ہے کہ اس کے بعد تمہیں انسانوں میں رہنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، تم اب انسانی آبادی میں نہیں، بلکہ جنگلی جانوروں کی طرح جنگل میں زندگی گزارو گے، اور جب کسی انسان سے سامنا ہو تو یہ بھی تمہاری سزا کا حصہ ہے کہ تم اسے دیکھتے ہی چیخنا شروع کردو کہ ''لا مساس'' یعنی میرے قریب نہ آنا، مجھے ہاتھ نہ لگانا، میں انسانوں سے ملنے کے لائق نہیں۔ [1]

---

[1] بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے قانونی طور پر یہ سزا دی گئی اور اس کی ذمہ داری ٹھہرائی گئی کہ وہ انسانوں سے دور رہے، اور اگر کوئی انسان سامنے آئے، تو خود اسے یہ بتائے کہ میں سزا یافتہ اور راندہ ہوا شخص ہوں، اس لیے مجھے تم سے ملنے کی اجازت نہیں، تم میرے قریب نہ آنا۔

دوسری صورت یہ بھی ممکن ہے کہ اسے کوڑھ کے مرض میں مبتلا کردیا گیا ہو، اور کوڑھی کے بارے میں ''بائیبل'' کی ''کتاب احبار'' میں جو قواعد بیان کیے گئے ہیں ان میں سے ایک قاعدہ یہ ہے کہ ''جو کوڑھی اس بلا میں مبتلا ہو، اس کے کپڑے پھٹے، اور اس کے سر کے بال بکھرے رہیں، اور وہ اپنے اوپر کے ہونٹ کو ڈھانکے، اور چلّا چلّا کر کہے ناپاک، ناپاک، جتنے دنوں تک وہ اس بلا میں مبتلا رہے، وہ ناپاک رہے گا، اور وہ ہے بھی ناپاک، بس وہ اکیلا رہا کرے، اس کا مکان لشکرگاہ کے باہر ہو (باب ۱۳، آیت ۴۵-۴۶)

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر کوئی ایسی بیماری پیدا کردی ہو کہ اگر کوئی شخص اسے چھوئے، تو اسے بھی بخار ہوجائے اور اسے بھی، اسی بیماری کے پیشِ نظر وہ ہر شخص کو دیکھ کر چلانے لگتا کہ میں ایک نامراد شخص ہوں، جس کو ملنے والا بیماری میں مبتلا ہوجاتا ہے، اس لیے تم مجھے ہاتھ نہ لگانا، ورنہ تم بھی بخار کا شکار ہوجاؤ گے، اور میں بھی بخار میں پھنکنے لگوں گا۔

قال فاذهب فإن لک فی الحياة أن تقول لا مساس أی کما أخذت ومسست ما لم يکن لک أخذه ومسه من أثر الرسول فعقوبتک فی الدنيا أن تقول لا مساس، أی لا تماس الناس ولا يمسونک وإن لک موعدا أی يوم القيامة لن تخلفه أی لا محيد لک عنه .وقال قتادة أن تقول لا مساس قال: عقوبة لهم وبقاياهم اليوم يقولون لا مساس .وقوله: وإن لک موعدا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایسی صورتحال پیدا فرمادی کہ جو بھی کوئی شخص اسے چھوتا، یا وہ کسی کو چھوتا تھا، تو دونوں کو تیز بخار چڑھ جاتا تھا، لہٰذا لوگ اس سے دور ہٹتے تھے، اور وہ بھی خوب زور زور سے کہتا تھا کہ ''مت چھوؤ، مت چھوؤ'' [1]

دنیا میں تو اس کی یہ سزا ملی، اور آخرت میں جو سزا ہے، اس کے علاوہ ہے، چنانچہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اخروی سزا کے متعلق فرمایا کہ تیرے لیے ایک وعدہ ہے، جو ٹلنے والا نہیں۔

قرآن مجید کی سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ(سورة طٰهٰ، رقم الآية ٩٧)

یعنی'' موسیٰ نے کہا کہ اچھا تو جا، اب زندگی بھر تیرا کام یہ ہوگا کہ تو لوگوں سے یہ کہا کرے گا کہ مجھے نہ چھونا، اور (اس کے علاوہ) تیرے لیے ایک وعدے کا وقت مقرر ہے جو تجھ سے ٹلایا نہیں جاسکتا''۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ لن تخلفه قال الحسن وقتادة وأبو نهيك: لن تغيب عنه .وقوله:وانظر إلى إلهك أى معبودك الذى ظلت عليه عاكفا أى أقمت على عبادته يعنى العجل لنحرقنه قال الضحاك عن ابن عباس والسدى:سحله بالمبارد وألقاه على النار(تفسير ابنِ كثير، ج۵ص۲۷٦، سورة طٰهٰ)

[1] بعض تفسیری روایات میں مروی ہے کہ جب وہ کسی انسان کو چھولیتا، یا کوئی اسے چھولیتا، تو دونوں کو تیز بخار ہوجاتا، پھر اس کسمپرسی میں وہ جنگلوں میں ٹھوکریں کھاتا مرگیا۔

موسیٰ (علیہ السلام) نے سامری کو یہ سزا دی کہ بے اختیار وہ زندگی بھر اسی حال میں رہے، اس لیے نہ وہ کسی کو چھوسکتا تھا، اور نہ اس کو کوئی اور، اگر وہ کسی کو چھوتا، یا کوئی اس کو چھوتا، تو دونوں کو بخار چڑھ جاتا، اور اگلے روز اسی وقت اترتا، اس کے بیوی بچے بھی اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتے تھے، اور موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ اس سے خلط ملط نہ رکھیں، اور نہ اس کے قریب جائیں، اور نہ اس سے بات کریں، دنیا میں اس سے بڑھ کر وحشت ناک اور عبرت ناک سزا نہیں ہوسکتی (معارف القرآن ادریسی)

قال يعنى موسى للسامرى فاذهب فإن لك فى الحياة يعنى ما دمت حيا أن تقول لا مساس يعنى لا تخالط أحدا ولا يخالطك أحد فعوقب فى الدنيا بعقوبة لا شىء أوحش منها ولا أعظم وذلك أن موسى أمر بنى إسرائيل أن لا يخالطوه ولا يقربوه وحرم عليهم ملاقاته ومكالمته ومبايعته ومواجهته .وقال ابن عباس رضى الله عنهما: لا مساس لك ولولدك .فصار السامرى يهيم فى البرية مع الوحش والسباع لا يمس أحد وقيل كان إذا مس أحدا .أو مسه أحد حما جميعا فتحامى الناس وتحاموه وكان لا مساس حتى أن بقاياهم اليوم يقولون ذلك وإن لك يا سامرى موعدا يعنى بعذابك فى الآخرة لن تخلفه قرء بكسر اللام ومعناه لن تغيب عنه ولا مذهب لك عنه بل توافيه يوم القيامة، وقرء بالفتح أى لن تكذبه ولم يخلفكه الله بل يكافئك على فعلك(تفسير الخازن، ج۳ص۲۱۲، سورة طٰهٰ)

www.idaraghufran.org

فساد کی اصل جڑ وہ ''بچھڑا'' تھا، جو سامری نے سونے سے ڈھالا تھا، اس کے بارے میں فرمایا کہ دیکھو جسے تم نے معبود بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا، اور لوگوں کو یہ تصور دیتے رہے کہ تمہارا اصل معبود یہی ہے، اب دیکھو تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہارے اس معبود کا کیا حشر کرتے ہیں، اسے ہم جلائیں گے اور پھر اس کو ریزہ ریزہ کر کے پانی میں بہا دیں گے، اگر یہ واقعی معبود ہے، تو اسے چاہیے کہ اپنے اس عبرتناک انجام کو روک دے، اور تمہیں بھی اس سزا سے بچالے، جس کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے، اور یہ سب کچھ تمہارے اس معبود کے ساتھ اس لیے کیا جائے گا، تاکہ ان بے وقوف لوگوں کو اندازہ ہو جائے، جو تمہارے فریب کی وجہ سے اس عظیم گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں کہ یہ ان کا معبود نہیں، محض فریب نظر ہے۔

قرآن مجید کی سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِىْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِى الْيَمِّ نَسْفًا (سورة طٰهٰ، رقم الآية ۹۷)

یعنی ''اور دیکھ اپنے اس (جھوٹے) معبود کو جس پر تو جما بیٹھا تھا! ہم اسے جلا ڈالیں گے، اور پھر اس (کی راکھ) کو چورا چورا کر کے سمندر میں بکھیر دیں گے''۔

ممکن ہے کسی ذہن میں یہ خیال آئے کہ تورات اور قرآن مجید دونوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے بچھڑا پرستی کا جرم کیا تھا، انھیں قتل کی سزا دی گئی تھی، اور سامری تو اس فتنے کا سرغنہ تھا، اس کی وجہ سے لوگ اس شرک میں مبتلا ہوئے، تو اسے قتل کی سزا کیوں نہ دی گئی؟

لیکن حقیقت یہ ہے کہ قتل کی تکلیف چند لمحوں کی ہے، اور اسے جو سزا دی گئی، وہ تو زندگی بھر کے لیے تھی، کسی شخص کو اس سے بڑھ کر سزا نہیں دی جاسکتی کہ وہ ایک ایسی اذیت ناک بیماری میں مبتلا ہو جائے، جس کا کوئی مداوا نہ ہو، اور اسے انسانوں کے لیے جائے نفرت بنا دیا جائے، اور مزید یہ کہ وہ اپنے قابلِ نفرت ہونے کا خود اعلان بھی کرے، کوڑھیوں کو بھی اگرچہ آبادی سے باہر رکھا جاتا تھا، اور ان کی زندگی بھی نہایت المناک ہوتی تھی، لیکن ان کی یہ حالت اس وقت تک رہتی تھی، جب تک وہ بیماری سے شفایاب نہیں ہو جاتے تھے، لیکن سامری کو دی جانے والی سزا کسی معین مدت کے لیے نہیں، بلکہ زندگی کی آخری سانس تک کے لیے تھی۔

طب وصحت

حکیم مفتی محمد ناصر

حفظانِ صحت اور بیماری وعلاج کے اُصول

یہ بات حقیقت ہے کہ دنیا کے اندر فائدہ مند اور نقصان دہ چیزوں کا علم انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعہ حاصل ہوا ہے، چنانچہ غور کرنے سے ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ دین اور دنیا میں مفید اور نقصان دہ چیزوں کے حالات کی وحی اور الہام، اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو کرتے ہیں، اور یہ علم تمام انسانوں تک اور ہم تک انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ہی پہنچا ہے۔

قرآن وسنت میں جس طرح انسان کی روح کی صحت مندی اور کامیابی بیان ہوئی ہے، اسی طرح انسانی جسم کی تندرستی اور اصلاح بھی اصولی انداز میں بیان ہوئی ہے۔

طبی حوالہ سے قرآن وسنت کی تعلیمات کے بارے میں جو لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں، کہ یہ علم بھی اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذریعہ انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے، تو وہ لوگ طب کے فن کو انبیاء کے ذریعہ لائے ہوئے دوسرے علوم کے ہم پلہ تسلیم کرتے ہیں۔

انسانی جسم کو جو امراض اور بیماریاں لگتی ہیں، اہلِ علم نے قرآن وسنت کی روشنی میں ان امراض اور بیماریوں کے علاج کے تین بنیادی اصول بیان کیے ہیں:

علاج کا پہلا اصول یہ ہے کہ حفظانِ صحت کے اُصول کے تحت، بیماری لگنے سے پہلے اس سے بچنے کی تدبیر کرنا، اور اگر بیماری لگ جائے، تو اس بیماری میں اضافے سے بچاؤ کی کوشش کرنا۔ حفظانِ صحت علاج کا پہلا اصول ہے۔

علاج کا دوسرا اُصول یہ ہے کہ انسانی جسم کو جو مرض اور بیماری لگ گئی ہو، اس بیماری کو دُور کرنے کی تدبیر اور کوشش کرنا۔ بیماری، مرض یا تکلیف واذیت کو دُور کرنے کی کوشش کرنا، علاج کا دوسرا اُصول ہے۔

علاج کا تیسرا اصول پرہیز کرنا ہے، یعنی جن اسباب اور وجوہات کی وجہ سے بیماری لگنے کا خطرہ واندیشہ ہو، اُن اسباب اور وجوہات سے خود کو دُور کرنا اور بچانا۔ پرہیز کرنا، علاج کا تیسرا اُصول

ہے۔

علاج کے مذکورہ تین اُصول، اہلِ علم حضرات نے قرآن وسنت میں غور کرکے بیان فرمائے ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں جہاں روزہ کی فرضیت کا ذکر آیا ہے، وہاں، مریض اور مسافر کے لئے افطار کی اجازت کا ذکر بھی ہے، تاکہ مریض اور مسافر دونوں اپنی صحت کی حفاظت کرسکیں، گویا مریض کو مرض میں اضافہ ہونے سے بچایا گیا، کہ کہیں بیماری میں روزے کی وجہ سے جسم کی قوت میں کمی نہ ہوجائے، اور مرض پر قابو پانے کی صلاحیت کا فقدان نہ ہوجائے، یا سفر میں روزے کی وجہ سے صحت اور قوت میں کمی نہ آجائے۔

اور انسانی جسم سے مرض اور بیماری یا تکلیف واذیت کو دُور کرنا بھی علاج کا ایک اصول ہے، چنانچہ حج یا عمرہ کرتے ہوئے احرام کی حالت میں سرمنڈانا شرعاً جائز نہیں ہے، لیکن اگر کسی شخص کو بیماری یا کسی تکلیف سے سرمنڈانا پڑجائے، تو قرآن مجید میں اس کو فدیہ دینے کا حکم دیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ مرض اور بیماری کو دُور کرنا بھی علاج کا ایک اصول اور طریقہ ہے۔

اسی طرح قرآن مجید سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی چیز سے انسان کو تکلیف اور بیماری لگنے کا خطرہ ہو، تو اس سے پرہیز کرنا چاہئے، چنانچہ قرآن مجید میں پانی کی عدمِ دستیابی کی صورت میں مقیم ومسافر کے لئے تیمّم کی اجازت دی گئی ہے، اور مریض کے لئے بھی تیمّم کی اجازت دی گئی ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے پانی کے بجائے، مٹی کے ذریعہ پاکی وطہارت حاصل کرنے کا حکم دیا ہے، تاکہ مریض انسان کو جو تکلیف واذیت پانی کے استعمال سے پہنچتی، اس تکلیف واذیت سے مریض بچ جائے۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے انسانی جسم کو بیماریوں سے بچانے اور اُن کے علاج کرنے کی اصولی طور پر ہدایات بیان فرمائی ہیں۔

لہٰذا اپنے جسم کو بیماریوں سے بچانا اور اس کے لئے جائز تدابیر اختیار کرنا بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں شامل ہے، اور اس کے برخلاف اپنے جسم کو بیماریوں میں مبتلا کرنا، اور اس سے غفلت اختیار کرنا، غلط طریقہ ہے۔

اخبارِادارہ

مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□...... 3/10/17/24/شعبانُ المعظم 1444ھ بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

□...... 5/12/19/26/ شعبانُ المعظم 1444ھ،بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں۔

□...... 5/شعبانُ المعظم بروز اتوار، ادارہ کے شعبہ ناظرہ بنین وبنات میں سالانہ امتحانات منعقد ہوئے، جو مولانا غلام بلال صاحب اور مولانا طلحہ مدثر صاحب اور مولانا شعیب احمد صاحب نے لیے۔

□...... 8/شعبانُ المعظم بروز بدھ،ادارہ کے شعبہ حفظ کے طلبہ کا سالانہ امتحان ہوا،جو مولانا ریحان صاحب نے لیا۔

□...... 14/شعبانُ المعظم بروز منگل،مولانا غلام بلال صاحب کے چچا، جناب ہاشم علی صاحب ہارٹ اٹیک کی وجہ سے انتقال فرما گئے،اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرتِ کاملہ فرمائے،اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔آمین۔

□...... 22/شعبانُ المعظم بروز بدھ،مولانا محمد اقبال غزنوی صاحب کی دعوت پر،اُن کے ادارہ جامعہ حفصہ (بسالی روڈ،روات) میں مفتی صاحب، مدیرظہرانے پر مدعو تھے،اس موقعہ پر مولانا موصوف نے مفتی صاحب کو اپنے جامعہ کا معائنہ کرایا۔

□...... 8/شعبانُ المعظم(یکم مارچ2023ء)تعمیرِ پاکستان سکول میں سالانہ امتحانات کے نتیجہ کا دن تھا، کامیاب ہونے والے طلبہ کو انعامات دیے گئے، اور 13/شعبان(6مارچ) بروز پیر سے نئے تعلیمی سال 2023-24 کی تعلیم کا آغاز ہوا۔

تعمیرِ پاکستان سکول

میں ابتدائی جماعتوں میں داخلے جاری ہیں

خواہشمند حضرات سکول کے دفتر میں رابطہ کر کے مزید معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

فون:051-5780927